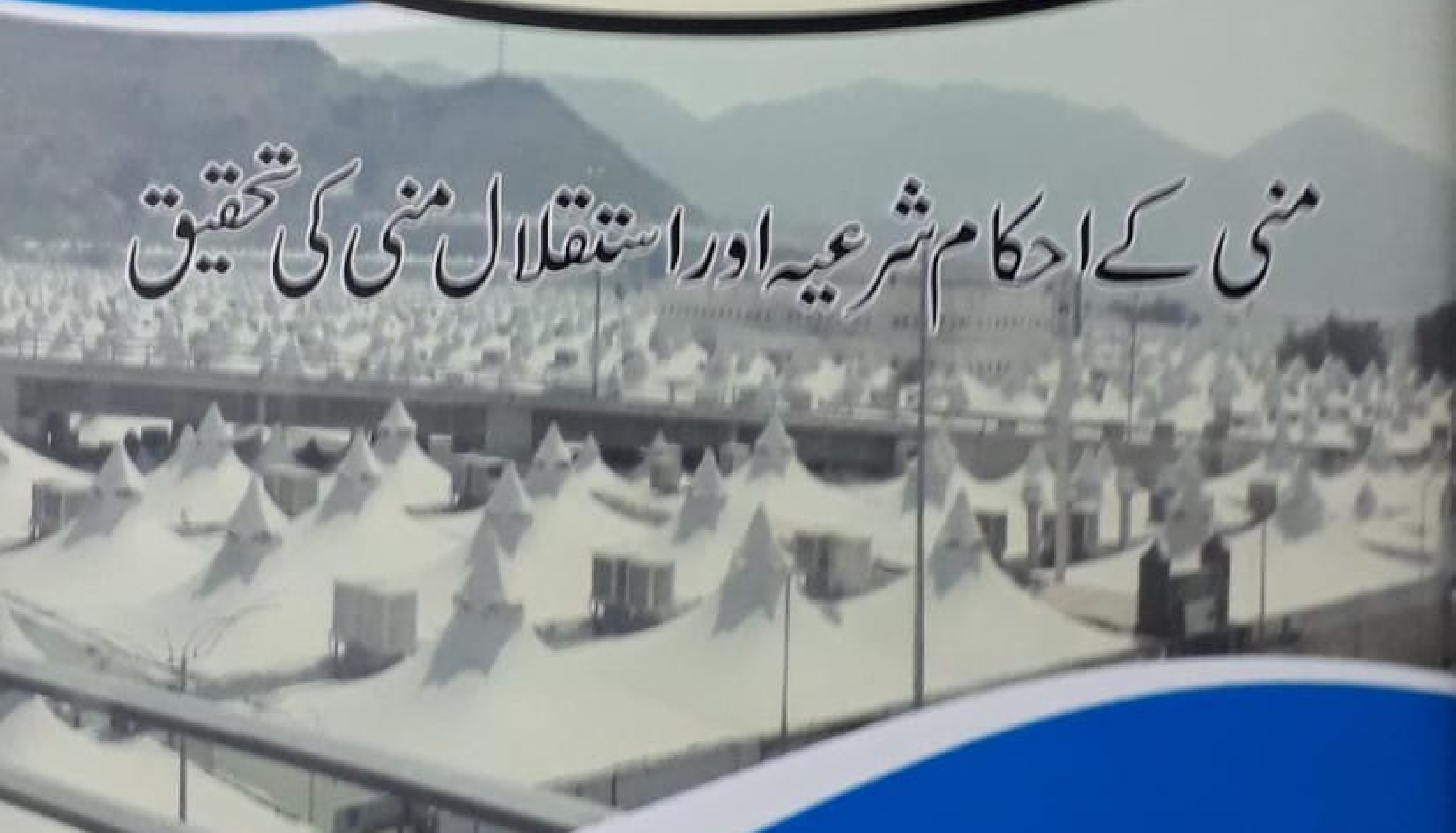
منیٰ کے احکام اور استقلال منیٰ پر تحقیقی مقالہ اہل علم کے لئے علمی اور فقہی تحفہ

غَايَةُ المُنٰى لِاَحْكَامِ المِنٰى



منیٰ کے احکام شرعیہ اور استقلال منیٰ کی تحقیق

تالیف

مفتی رشید احمد فریدی

استاذ مدرسہ مفتاح العلوم، تراج

ضلع: سورت گجرات

منی کے احکام اور استقلال منی پر تحقیقی مقالہ اہل علم کے لئے علمی اور فقہی تحفہ

غَایَۃُ المُنٰی لاَحْکَامِ المِنٰی

منی کے احکام شرعیہ اور استقلال منی کی تحقیق

تالیف

مفتی رشید احمد فریدی

استاذ مدرسہ مفتاح العلوم، تراج

ضلع: سورت گجرات

﴿تفصیلات﴾

نام کتاب:..غایۃ المُنیٰ لاحکام المِنیٰ

مؤلف:..مفتی رشید احمد فریدی

کتابت وسیٹنگ:..خلیل احمد بن رشید احمد فریدی

صفحات:..۸۸

تعداد:..۲۰۰۰

سن طباعت:..۱۴۳۸ھ

باہتمام:..مولانا محمد الیاس قاسمی زید مجدہ

ناشر:..مدنی حج گروپ، جامع مسجد
ملّے پلّی (حیدرآباد)

قیمت:..

﴿ملنے کا پتہ﴾

(۱) مدرسہ مفتاح العلوم، تراج ضلع: سورت

(۲) مکتبہ علم وحکمت فریدی منزل، اٹالوہ

(۳) مدنی حج گروپ، جامع مسجد، ملّے پلّی (حیدرآباد)

فہرست مضامین

﴿مقدمہ﴾

از: حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب کشمیری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و مفتی دارالعلوم رحیمیہ، بانڈی پوری کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام نے اہل ایمان پر جو عبادات فرض کی ہیں ان میں ایک اہم اور اپنی منفرد خصوصیات کی حامل عبادت حج بھی ہے جو شرط استطاعت کے ساتھ فرض ہوتی ہے۔ ادائیگی حج میں مکہ المکرّمہ کے قیام اور عمل طواف کے ساتھ عرفات، مزدلفہ اور منی کی حاضری اور ان مقامات مقدسہ میں مخصوص وقت کا قیام اور مناسک حج کی ادائیگی لازم ہے۔ مکہ، عرفات، مزدلفہ اور منی یہ چاروں مشاعر ہیں پوری اسلامی تاریخ میں منی، مزدلفہ حدود حرم میں شامل ہونے کے باوجود خارج مکہ ہی متصور ہوتے رہے اور اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ چنانچہ ایام حج میں نمازوں کے قصر و اتمام کا اہم مسئلہ اسی امر پر دائر رہا کہ یہ تینوں مقامات خارج مکہ ہیں۔ لیکن پچھلے بیس تیس سالوں سے شہر مکہ کے پھیلاؤ اور منی و مزدلفہ میں بعض ایسے عوامل کے پائے جانے سے کہ جنکی بناء پر یہ متبادر ہونے لگا کہ منی اب مکہ کا ایک ایسا محلّہ بن گیا ہے کہ اب اسکی حیثیت مشعر ہونے کے باوجود خارج مکہ کی نہ رہی، نیا مسئلہ ابھرا اس صورت حال کے پیدا ہونے کی بناء پر نئے سرے سے غور وخوض شروع ہوا، تحقیقات کی گئیں، ان مقامات کے مشاہدہ کئے گئے اور اس سے آگے بڑھ کر باقاعدہ طویل اور تفصیلی بحث و تمحیص بھی ہوئی مگر اہل علم کا اس مسئلہ میں ایک متفقہ موقف سامنے نہیں آیا بلکہ اس سلسلہ میں دو رائیں بنیں اور یہ دو نقطہائے نظر خود حرمین کے علمائے احناف میں بھی پائے گئے اور برصغیر کے دونوں ملکوں ہندو پاک کے علمائے دیوبند میں بھی۔

اس سلسلہ میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا ایک وقیع سیمینار ہوا اور جمعیۃ علمائے ہند کے ادارۃ

''المباحث الفقہیہ'' کا فقہی اجتماع ہوا دونوں جگہ مفصل مقالے اور تحقیقی آراء پیش ہوئیں اور ہر جگہ یہ دو موقف برقرار رہے ایک یہ کہ منی مشعر ہونے کے باوجود اب شہر مکہ کا حصہ ہے اسلئے نماز کے مسئلہ قصر واتمام اور آغاز وانتہائے سفر میں اس کے احکام بدل گئے جیسے تنعیم کا حال ہے کہ وہ اہل مکہ کے لئے احرام باندھنے کی حد ہے مگر اب شامل بلد ہے جبکہ جعرانہ بھی اسی طرح احرام باندھنے کا مقام ہے مگر خارج بلد ہے۔ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ منی مشعر ہے اور یہ کبھی بھی مکہ کا حصہ نہیں رہا اور آج بھی وہ خارج مکہ ہی ہے اور جن عوامل وعلائم کی وجہ سے اسے شامل مکہ قرار دیا جارہا ہے وہ اس درجہ قوی اور معتبر نہیں کہ منی کو داخل بلد قرار دیا جائے اور نماز کے قصر واتمام وغیرہ کے مسئلہ میں تغیر ہو جائے،

ان دونوں آراء کے حاملین اہل فقہ وفتاوی ہیں دونوں طرف تحقیق کا جذبہ اور اخلاص کی حلاوت ہے دونوں طرف حق وصواب تک پہنچنے کی سعی اور خطا وانحراف سے بچنے کا داعیہ ہے چنانچہ دلائل اور مشاہداتی تحریریں دونوں طرف سے سامنے آتی رہیں بلکہ اس پر باقاعدہ کتابیں بھی لکھی گئیں اور ہر دو موقف کو مدلل کیا گیا اس صورت حال میں رفیق محترم جناب مولانا مفتی رشید احمد فریدی کی یہ کتاب جو تحقیقات انیقہ اور مسئلہ کو پوری دقت نظر سے سمجھنے کی ایک قابل تحسین کوشش کا شاہکار ہے، سامنے آرہی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف نے فقہی عبارات اور مسئلہ زیر بحث پر انکی تطبیق کی شاندار سعی فرمائی ہے، موصوف کو اللہ تعالیٰ نے خشک علمی موضوعات پر بحث وتحقیق کرنے، انکے لئے دلائل مہیا کرنے اور نقطۂ اعتدال مدلل پیش کرنے کا مزاج عطا کیا ہے چنانچہ اس مسئلہ میں بھی یہی مزاج اور یہی حوصلہ سطر سطر سے عیاں ہیں اس تحریر میں انہوں نے منی کا تعارف، اسکے حدود، اسکی خصوصیات، اسکے مخصوص احکام، منی میں آبادی مستقلا نہ ہونے کی تفصیلی تحقیق، منی کے مشعر ہونے اور اسکی حیثیت کے مستقل ہونے کی علمی تفصیل، منی کے فنائے مکہ نہ بننے کے دلائل اور مکہ اور منی کہ ہمیشہ الگ رہنے اور آئندہ بھی دونوں کی یہ استقلالی حیثیت برقرار رہنے کے عنوانات پر مفصل ومدلل تحقیق کی ہے

اخیر میں منی کو مکۃ المکرّمہ کے ساتھ ملحق کرنے کے اثرات وثمرات کے عنوان کے تحت تقریباً دس اہم ترین نتائج اور پھر خلاصۂ تحقیق کے ذیل میں بھی دس مضبوط نکات پیش کئے ہیں جو بہر حال قابل غور ہیں، یقیناً اس پختہ اور مدلل علمی تحقیق سے یہ پہلو سامنے آیا ہے کہ منی اور مکہ موضعین ہیں اور دونوں کی حیثیت مستقلہ کبھی ختم نہ ہوگی دونوں کے احکام جو ہمیشہ سے ہیں اسی طرح برقرار رہیں گے اب تک اس مسئلہ پر یقیناً اہل علم وتحقیق نے خوب خوب لکھا ہے مگر منی کی استقلالی حیثیت کو اتنا منقح کر کے لکھنے کی سعی صرف زیرنظر تحریر میں ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سمینار میں اس موضوع پر تقریباً پچاس مقالے پیش ہوئے تھے اور بندہ راقم الحروف نے ہی ان مقالات کی تلخیص سے عرض مسئلہ پیش کیا تھا مگر اس میں بھی اس پہلو سے اتنی مفصل تحقیق پیش نہیں ہوئی تھی اور بالآخر اس سیمینار میں اس مسئلہ پر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تھا، جمعیۃ علمائے ہند کے فقہی اجتماع میں بھی دونوں آراء سامنے رہیں اس لئے یہ طے ہوا کہ جسکو جس رائے پر اطمینان اور اعتماد ہے وہ اس پر عمل کرے۔

جناب مولانا مفتی رشید احمد فریدی کی یہ محنت اور تحقیق سامنے ہے اس میں انکی ژرف نگاہی ہے، مسئلہ کو منقح اور مدلل کرکے پیش کرنے اور خصوصاً اس میں منی کے استقلالی حیثیت اور اسکے اثرات و ثمرات کو واضح کرنے کے بعد اب تمام اہل علم کے لئے غور وخوض اور اخذ وتسلیم کا ایک نیا باب سامنے آیا ہے اس قابل قدر ہی نہیں لائق تحسین محنت پر موصوف بھی اور دونوں طرح کا موقف رکھنے والے اہل علم بھی شدت سے اس انتظار کا حق رکھتے ہیں کہ اللہ کرے یہ مدلل تحریر کسی ایک نقطہ پر مجتمع ہونے کا ذریعہ بنے اور موصوف کے علمی استناد کے مزید پختہ ہونے اور قصر واتمام کے مسئلہ میں وحدت پیدا ہونے کا ذریعہ بنے۔ آمین

العبد: نذیر احمد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تقریظ﴾

از: جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا ابراہیم صاحب پٹنی دامت برکاتہم
سابق استاذ حدیث وتفسیر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

مسئلۂ مبحوث عنہا ایک حیثیت سے جدت اور حسن استخراج لئے ہوئے ہے، بہت مبرہن اور مدلل بیان کیا ہے۔ آفرین باد بریں ہمت مردانۂ تو!

فاضل مؤلف کی عرق ریزی کو حق تعالی شانہ قبولیت سے نوازے، اس کے ضمن میں کئی مفید مباحث بھی آگئے ہیں امید ہے کہ اہل علم حضرات پذیرائی فرمائیں گے۔

(مولانا) محمد ابراہیم پٹنی حفظہ اللہ تعالیٰ
۱۶/صفر المظفر / ۱۴۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب تلمیذ حضرت مفتی کفایت اللہ دھلویؒ وامیر شریعت صوبہ ہریانہ وشیخ الحدیث دار العلوم، نوح، میوات مدظلہ العالی

حامداً ومصلیاً

مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی رشید احمد فریدی صاحب زیدت معالیہ کی تالیف منیف ''غایۃ المنیٰ لاحکام تتعلق بالمنیٰ'' کا بغرض استفادہ مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت مفتی صاحب کی تحقیق انیق طالب حق کے لئے کافی ووافی ہے۔ احقر قلیل البضاعۃ بارگاہ صمدیت میں دست بدعا ہے حق تعالی شانہ مراحم خسروانہ سے قبولیت سے ہمکنار فرما کر نفع کو عام وتام فرمائیں آمین،

طالب دعا

محمد اسحاق وقاہ اللہ خزی یوم التلاق میواتی

دار العلوم میوات، نوح۔ میوات، ہریانہ، الہند

۲۵/ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ۔ ۶/۱/۲۰۱۶ء

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا مفتی محمد رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی دار العلوم زکریا، لینیشیا، ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم حضرت مولانا مفتی رشید احمد فریدی حفظکم اللہ تعالی ورعاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کافی دنوں سے آپ کا مقالہ پڑا تھا اور پڑھا تھا، نااہلی کے باوجود اس پر کچھ لکھنے کا ارادہ تھا لیکن اسغال کے ہجوم اور درس وتدریس کی مشغولیت کی وجہ سے تاخیر ہوئی، کچھ ٹوٹا پھوٹا تالیفی کام بھی معاونین کی مدد سے چل رہا ہے وہ بھی گلے میں اٹکا رہتا ہے، آپکی دوبارہ یاددہانی نے چونکا دیا اور اب مختصر تحریر لکھتا ہوں، جو مسافر حاجی مکہ مکرمہ پہنچ کر ۱۵/ دن سے کم قیام کرکے ۸/ ذی الحجہ کو منی چلا جائے، زمانہ قدیم سے فقہائے احناف اسکو مسافر سمجھتے ہیں چندسال قبل ایک نیا فتوی دریافت ہوا جسکی روشنی میں منی کے ایام کو مکہ مکرمہ کے قیام کے ایام کے ساتھ ملا کر شمار کیا جاتا ہے اور منی کو مکہ مکرمہ کا جزء سمجھتے ہیں جب سے یہ نظریہ دریافت ہوا منی میں نمازوں کی امامت کے سلسلہ میں اختلافات پروان چڑھے بلکہ کبھی کبھی اختلاف جھگڑے کی شکل اختیار کرتا، اس سلسلہ میں کراچی پاکستان میں علامہ بنوری ٹاؤن کے جامعہ میں ایک اجتماع ہوا اس اجتماع میں بندہ بھی شریک ہوا اس اجتماع میں اور اس سے پہلے ہماری رائے اور فتویٰ یہ تھا کہ منی مکہ مکرمہ کا جزء نہیں اور فتاوی دار العلوم زکریا جلد سوم از

ص ۵۱۸ تا ۵۳۳ میں اس پر مفصل کلام اور شرکائے کانفرس کی آراء کا خلاصہ بھی درج ہے۔

اب مقالہ سے متعلق اہل علم کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت مفتی رشید احمد فریدی صاحب نے اس مسئلے کا ایک نئے زاویہ سے جائزہ لیا اور انفصال منی کو مختلف ومتعدد دلائل سے واضح فرما کر قدیم فتوے کی موافقت اور وکالت فرمائی ہے۔

مفتی صاحب حسن اتفاق سے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے خلیفہ اور ہمارے خواجہ تاش ہیں، بندہ عاجز کو مفتی صاحب کے اس مقالے سے اتفاق ہے مقالے کا جو نام مفتی صاحب نے تجویز فرمایا، چونکہ اس سے مقالے کے مضمون کا اجمالی علم نہیں ہوتا اس لئے بندہ کی ناقص رائے یہ ہے کہ اگر اس کا نام ''**غاية المنى بانفصال المنى**'' یا ''**غاية المَرام فى انفصال منىٰ عن البلد الحَرام فى خير القرون وفى هذا الزمان**'' رکھا جائے تو مناسب ہوگا، فقط والسلام

کتبہ: (حضرت مفتی) رضاء الحق (حفظہ اللہ ورعاہ)

دار العلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ

مؤرخہ: ۳۰/ ربیع الثانی/ ۱۴۳۷ھ

مطابق: ۱۰/ فروری/ ۲۰۱۶ء

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب غازی آبادی دامت برکاتہم

مفتی مظاہر العلوم سہارنپور، یوپی

منی مکہ میں داخل ہوگیا ہے یا حسب سابق خارج ہے، یہ مسئلہ ایک طویل عرصہ سے اہل علم وافتاء کے مابین موضوع بحث بنا ہوا ہے بحث کی وجہ یہ ہے کہ اسکا مکہ میں دخول یا خروج اس مسافر حاجی کے حکم پر اثر انداز ہے جس کا ایام منی سمیت مکہ میں مجموعی قیام پندرہ روز ہوجاتا ہو، پہلی صورت میں اسکے احکام سفر ختم ہوجائیں گے اور دوسری صورت میں وہ بدستور مسافر شمار ہوگا۔

مگر یہ مسئلہ منی کی اصل حیثیت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، منی کو تاحال جو مکہ سے خارج قرار دیا جاتا رہا ہے اسکی اصل وجہ اس کا شعار ہونا ہے نہ کہ بُعد مسافت، اور اسکا شعار ہونا قرآن وسنت کی نصوص سے بھی ظاہر ہے نیز امت کے ذہن میں بھی اس کا یہی تصور مرتسم رہا ہے، اسکا تقاضہ یہ ہے کہ منی از روئے مسافت مکہ سے اتصال کے باوجود مستقل مقام شمار ہو، مسعیٰ اس کی واضح مثال ہے باوجودیکہ وہ مسجد حرام کے بیچوں بیچ آگیا ہے مگر اس کو اسی لئے مسجد کا حصہ قرار نہیں دیا گیا کہ وہ شعار ہے جو کسی کے تابع نہیں ہوا کرتا۔

پیش نظر رسالہ میں منی کی اسی حیثیت پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے رسالہ کے مرتب مولانا مفتی رشید احمد فریدی صاحب زید فضلہ ہیں، موصوف کا مزاج تحقیقی ہے اس سے قبل بھی انکے متعدد تحقیقی رسائل شائع ہوچکے ہیں اس رسالہ میں بھی انکا یہ مزاج جلوہ فگن ہے۔ حدیث، فقہ اور تاریخ کی کتابوں کے حوالہ سے انہوں نے مسئلہ کی تحقیق وتنقیح فرمائی ہے رسالہ کی زبان بھی سلیس اور رواں ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور اسکو ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ۔ (مفتی) مظاہر العلوم، سہارنپور ۲۹/۴/ ۱۴۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تائید﴾

از: مولانا محمد اسلم صاحب فلاحی مفتاحی
شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ ٹورنٹو (کنیڈا)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

عزیزم مولانا ادریس سلمہ! بندہ نے آپکا عنایت کردہ مقالہ "**غایۃ المنی لاحکام تتعلق بالمنی**" کا بغور مطالعہ کیا۔ بندہ صاحب مقالہ کی تحقیق سے شرح صدر کے ساتھ متفق ہے یعنی گو منیٰ کا مکۃ المکرّمہ سے رسماً اتصال ہے مگر حکماً مستقل اور خارج مکۃ ہے۔
توارث اور اجماع کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم
راقم محمد اسلم غفرلہ الفلاحی المفتاحی
حال مقیم کنیڈا، ٹورنٹو
مؤرخہ: ۲۳/ شعبان المعظم/ ۱۴۳۷ھ
بروز پیر۔ مطابق: ۳۰/ مئی/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تصدیق﴾

از: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ العالی

تلمیذ رشید محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ؒ

شیخ الحدیث جامعہ عربیہ آزادویل ساؤتھ افریقہ و

سابق استاذ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک گجرات

مدت دراز سے یہ لکھا اور فتوی دیا جارہا ہے کہ جو شخص حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ پہنچے اگر ۸/ ذی الحجہ کو حج کیلئے منی جانے سے پہلے اس کے پندرہ دن ہوتے ہیں تو وہ مقیم شمار ہوگا ورنہ وہ مسافر ہوگا اور رباعی کا قصر کرے گا۔ ایام منی ومزدلفہ وغیرہ کو شامل کرکے ۱۵/ دن نہیں گنیں گے۔

لیکن چند سال قبل کچھ علماء کرام نے یہ نئی بات نکالی کہ مکہ، منی ، مزدلفہ کثرت آبادی اور بلڈنگوں کی کثرت کی وجہ سے ایک ہوگیا ہے لہذا ایام منی کے ساتھ اگر حاجی ۱۵/ دن مقیم ہے تو وہ مقیم شرعی شمار ہوگا مگر چونکہ یہ جگہیں شعائر میں سے ہیں شریعت نے تحدید کردی ہے اسلئے یہ جگہیں الگ الگ ہی رہیں گی ایک نہیں ہوسکتیں، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہوگیا۔

عزیز مفتی رشید فریدی سلمہ نے اس پر ایک رسالہ تیار کردیا ہے اور پرانے قول کی تائید پیش کی ہے، میں بھی اس سے متفق ہوں اور اسی کو صحیح سمجھتا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

فضل الرحمٰن اعظمی

۷/ ربیع الثانی/ ۱۴۳۸ھ

۶/ ۱/ ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا اختر امام عادل صاحب مدظلہ العالی

حضرت مولانا رشید احمد فریدی (مدرسہ مفتاح العلوم تراج، گجرات) ایک محقق عالم دین ہیں وہ کسی مسئلہ کا بہت گہرائی اور باریکی کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں، اللہ پاک نے ذہن اخاذ اور فکر زود رس سے نوازا ہے طبیعت میں سلامتی ہے کتابوں پر نظر ہے، ذوق ووجدان میں علم کی محبت رچی بسی ہے، وہ گجرات جیسی سہولت بخش ریاست میں رہ کر علم وتحقیق کی خاردار وادیوں میں سفر کرنے سے نہیں گھبراتے، اس سے قبل کئی اہم اور حساس مسائل پر انہوں نے داد تحقیق دی ہے اور اہل علم سے خراج تحسین پیش کی ہے ۔۔۔۔۔۔اب زیر بحث مسئلہ موصوف کی تحقیقات عالیہ کا رمزگاہ بنا ہے۔۔۔ یہ مسئلہ ادھر کئی برسوں سے اہل علم کے درمیان موضوع بحث بنا ہوا ہے منی کا الحاق مکہ معظّمہ کے ساتھ ہوا ہے یا نہیں؟ دونوں طرح کی رائیں ہیں، مشاہدات دونوں قسم کے ہیں، دلائل کی بھی کمی نہیں ہے ان دونوں کے بیچ ایک تیسرا نقطۂ نظر ممبئی فقہی اجتماع کے دوران سامنے آیا وہ یہ کہ منی ایک مستقل مشعر ہے اس لئے اسکا الحاق ممکن نہیں، قدرت نے ہی اسکو بلدہ مستقلہ کا درجہ دے دیا ہے۔۔۔ میں ممبئی کے فقہی اجتماع میں شریک تھا بلکہ اکابر کی مجلس اعلیٰ میں بھی میں برابر شریک رہا ممبئی میں اس نقطۂ نظر کے حاملین کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی، اور نہ اس پر علمی طور پر زیادہ دلائل آسکے تھے، اجتماع کے کچھ دنوں کے بعد مولانا رشید احمد فریدی صاحب دامت برکاتہم کی یہ

تحریر مجھے موصول ہوئی میں نے محسوس کیا کہ اگر یہ تحریر ممبئ میں سامنے آ گئی ہوتی ،تو یہ مسئلہ سہ آتشہ بن سکتا تھا،اور بحث وتمحیص کے کئی نئے گوشے سامنے آ سکتے تھے،اللہ پاک جزائے خیر دے مولانا فریدی صاحب کو،انہوں نے کافی دقت نظر کے ساتھ اس مسئلہ کا جائزہ لیا ہے اور مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، ہر پہلو پر اپنی فکر و تحقیق کے مطابق حوالے بھی دئے ہیں اور اس طرح ایک وقیع کتاب تیار کردی ہے،لب ولہجہ اتنا سنجیدہ، متین اور معقول ہے اور ترتیب اتنی اچھی اختیار کی ہے کہ حوالہ جات اور تحقیقات کی کثرت کے باوجود کتاب بوجھل معلوم نہیں ہوتی......ممکن ہے کہ کسی کو مولانا کے نظریہ سے اختلاف ہو لیکن انکی محنت وحسن تحقیق سے انکار کرنا ممکن نہیں،**فجزاھم اللہ احسن الجزاء** ، میں مولانا کی اس عظیم کوشش پر دل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

اختر امام عادل

خادم جامعہ ربانی منوراشریف، سمستی پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا محمد اکرام الحق صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ لطیفیہ۔سردارشہر، راجستھان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمدللہ احقر نے حضرت مفتی رشید احمد فریدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تحریر کردہ مقالہ ''غایۃ المنی لاحکام المنیٰ''بغور پڑھا مفتی صاحب نے منی خارج مکہ ہے اس پر اس قدر سیر حاصل بحث اور تحقیق انیق پیش کی ہے اور اتنے دلائل و براھین اور شواہد وخصوصیات پیش کردی ہے کہ جسکے نتیجہ میں برملا یہ کہنا بجا اور برحق ہوگیا ہے کہ منی حسب سابق خارج مکہ ہے اور ذہن صافی اور انصاف پسند مزاج کے لئے جادۂ مستقیم تلاش کرنے میں یہ مقالہ کافی اور وافی ہوگیا ہے۔

اللہ تعالی مفتی صاحب کے دیگر مقالات کی طرح اس مقالہ کو بھی شرف قبولیت سے نوازے ،ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بناوے۔آمین

احقر: محمد اکرام الحق عفی عنہ

خادم التدریس مدرسہ اسلامیہ لطیفیہ تعلیم القرآن

سردارشہر چورو، راجستھان

۳/ رمضان المبارک/ ۱۴۳۸ھ

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا مفتی محمد صبیح اختر زید مجدہم

شیخ الحدیث ومفتی جامعہ اسلامیہ جلالیہ ہوجائی، آسام

حامدا ومصلیا ومسلما، اما بعد

حضرت مفتی رشید احمد فریدی صاحب زیدت معالیہ کا مرقوم مقالہ ''غایۃ المنیٰ لاحکام المنیٰ'' کا بندہ نے حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اور الحمد للہ خوب استفادہ کیا ماشاء اللہ حضرت مفتی صاحب زید مجدہ نے منی کی استقلالی حیثیت کو مدلل بیان فرما کر عدم الحاق بمکہ کو پرزور انداز میں ثابت فرمایا ہے پورا رسالہ علمی اور تحقیقی ہے اور اپنے موضوع پر کافی، وافی اور شافی ہے۔

مگر چند سالوں سے بعض اہل علم وفتوی منی بلکہ مزدلفہ کو بھی مکہ مکرمہ کا تابع مان رہے ہیں اور اتمام وقصر میں موضع واحد مان کر حجاج کرام کو اتمام کرنے کا فتوی دے رہے ہیں جبکہ ہمارے اکثر اکابر اور مرکزی اداروں کا فتوی عدم الحاق ہی کا ہے چنانچہ دار العلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور کے دار الافتاء اور صدر مفتی، شیخ الحدیث اور متبحر علماء کی یہی رائے ہے اور یہی جمہور سلف کی متفقہ رائے ہے۔

چونکہ مقالہ خالص علمی وتحقیقی ہے، اسلئے بندہ کی ناقص رائے ہے کہ چند صفحات میں عام فہم زبان میں منی کے عدم الحاق کو فتوی کی شکل میں الگ کر کے شائع کیا جائے تا کہ عامۃ المسلمین زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں اور حج کے موقع پر الجھن میں مبتلا نہ ہوں،

رب کریم حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی کی محنت کو شرف قبولیت سے نواز کر رسالہ کو خواص و عوام کے لئے مفید بنائے۔ آمین یارب العٰلمین۔ فقط والسلام محمد صبیح اختر عفا اللہ عنہ

خادم التدریس والافتاء، جامعہ اسلامیہ جلالیہ ھوجائی، آسام

۶/ رمضان/ ۱۴۳۸ھ، مطابق ۲/ ۶/ ۲۰۱۷ء

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ العالی

خلیفہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ و مہتمم دارالعلوم دیوبند، یوپی

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مشاعر مقدسہ منی، مزدلفہ اور عرفات کے مستقل مقامات اور مکہ مکرمہ سے جدا ہونے کا مسئلہ متقدمین کے یہاں کبھی موضوع بحث نہیں رہا لیکن مکہ مکرمہ کی وسعت پذیر آبادی اور تعمیرات کی توسیع کی بناء پر گذشتہ چند برسوں سے یہ مسئلہ موضوع بحث بن گیا کہ آیا اب منی مکہ مکرمہ کا جزء بن کر داخل بلد ہو گیا یا حسب سابق وہ مستقل اور علاحدہ ہے۔ برصغیر کے کچھ موقر مفتیان کرام نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اب منی مکہ مکرمہ میں شامل ہے، لہذا حاجی کے مقیم یا مسافر ہونے کے لئے مدت قیام میں یوم الترویہ کو بھی شامل کیا جائے گا پھر مزید ترقی کرتے ہوئے مزدلفہ کو بھی شامل کر دیا گیا اور عرفات کے میدان میں چونکہ شب گذاری نہیں ہوتی اسلئے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے حج کے پانچ ایام اور اس سے پہلے اور بعد کے تمام ایام کو متصل شمار کر کے قصر و اتمام کا فیصلہ کیا جانے لگا۔

ان مفتیان کرام کے فیصلوں سے متأثر ہو کر منی میں بندہ نے بھی ایک سے زائد سفر حج میں اسی بناء پر اتمام کیا بلکہ جمعہ کی نماز بھی اداء کی لیکن دیوبند جانے کے بعد جب مفتیان کرام سے اس مسئلہ میں مراجعت کی تو محسوس ہوا کہ آبادی کی وسعت کے باوجود مشاعر مقدسہ کی شرعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے چنانچہ اپنی رائے تبدیل کر کے اب سفر حج

کے دوران بندہ سابق طریق پر عمل پیرا ہے۔

زیر نظر تحریر جناب مولانا مفتی رشید احمد فریدی کی اسی مسئلہ سے متعلق تحقیقی تحریر ہے جس سے مسئلہ پوری طرح منقح ہو کر سامنے آجاتا ہے کہ منی کی شرعی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی وہ ہمیشہ موضع مستقل رہے گا، نہ وہ داخل مکہ مکرمہ ہوسکتا ہے نہ فنائے شہر میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور لوگوں کو استفادہ کی توفیق بخشے، آمین

(مفتی) ابو القاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دار العلوم دیو بند

۲۸/۹/۳۸ھ

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا محمد انیس خاں صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث ومہتمم مدرسہ مظاہر العلوم، سیلم، تاملناڈو

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین، وبعد

خالق لم یزل ولایزال نے کائنات کی تخلیق کے ساتھ اسکی تشریع کے لئے انبیاء ورسل اور کتب کو بھیجا اسی کی آخری کڑی کے طور پر سرتاج رسل احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ نیز قرآن پاک کو متعین فرمایا۔ حرم پاک اور مشاعر مقدسہ کی تعیین وتحدید کے ساتھ ساتھ اسکی استقلالی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے انکو ایسے احکام، اعمال اور عبادات کے ساتھ جوڑ دیا کہ جن سے تا قیامت انکا تقدس برقرار رہے، ظرف کی عظمت مظروف کی رفعت کو مستلزم ہے یہ اسی وقت تک قائم رہے گا جب تک انکو شارع علیہ الصلاۃ والسلام کے نہج پر باقی رکھا جائے۔

''غایۃ المنی لاحکام المنی'' اسی مقصد کے پیش نظر لکھا گیا ایک تحقیقی رسالہ ہے جو اپنے طریق پر فائز المرام ہے صدیق مکرم مولانا الحاج مفتی رشید احمد فریدی صاحب دام ظلہ کا اشہبِ قلم تحقیق وتدقیق کے میدان میں رواں دواں رہتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچ کر سانس لیتا ہے۔ مفتی صاحب محترم زاد لطفہ نے مشاعر مقدسہ کی استقلالی حیثیت کو منقحِ مذہب حضرت الامام محمدؒ، ائمۃ الفقہ، کتب فتاوی اور اصحاب الفتاوی کے حوالہ جات کے ذریعہ باحسن وجوہ ثابت کردیا ہے۔ لہذا اب گنجائش نہیں رہتی کہ ''منیٰ'' کو الحاق بمکۃ المکرّمہ کے مسئلہ میں انتشار کا موقع دیا جائے۔ خلف کو سلف کی راہ پر گامزن رہنے میں امن وفلاح متیقن ہے، واللہ الموفق۔ ہذا ما عندی وعند اللہ ھو الصواب۔ العبد الفقیر الی اللہ

محمد انیس خاں قاسمی مدیر مدرسہ مظاہر العلوم، سیلم۔ تامل ناڈو ودار العلوم زکریا، دیوبند۔ یوپی

۱۰/ شوال المکرّم/ ۱۴۳۸ھ ۵/ جولائی/ ۲۰۱۷، یوم الاربعاء

﴿تقریظ﴾

از: حضرت مولانا حسان احمد صاحب المکی مدظلہ العالی

خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

محترم جناب مفتی رشید احمد فریدی صاحب زید مجدہ کی تالیف ''**غایة المنی لاحکام تتعلق بالمنی**'' کا مطالعہ کیا امید ہے کہ ان شاء اللہ حضرت مفتی صاحب کی یہ تحقیق طالب کے لئے کافی ہوگی الحمد للہ میرا قیام عرصہ دراز سے مکہ مکرمہ میں ہے اور لوگ حج کے مسائل دریافت کرتے رہتے ہیں تو منی کے مسئلہ میں میرا یہی کہنا ہے کہ مشاعر کا حکم مستقل ہے۔

اس تحقیقی رسالہ سے مجھے بھی اطمینان ہوا اور اب لوگوں کو یہ مسئلہ بتانے میں سہولت ہوگی، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس تحقیق وتالیف کو قبول فرمائے اور نفع عام وتام فرمائے۔

طالب دعا

خادم الکتاب و السنة بالبلد الحرام

حسان احمد مہاجر مدنی مقیم مکہ مکرمہ

۱۴۲۸/۱۱/۲۵

﴿باعث تحقیق﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد۔

چندسال قبل سے یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ منی کو داخل مکہ کیا جائے یا نہیں؟ اور دخول کی بناء شہر مکہ کی بڑھتی ہوئی وہ آبادی ہے جو شرقی جانب سے منی سے قریب یا متصل ہوگئی ہے اور یہ نوعیت گذشتہ صدیوں میں پیش نہیں آئی تھی، آبادی کے اتصال کی وجہ سے اگر منی کو جزء مکہ قرار دیا جائے تو متعدد مسائل میں فرق آنا لازم ہے اور اگر آبادی واقعتاً متصل نہیں ہے یا اتصال کے باوجود منی کو جزو مکہ قرار نہیں دیا جاسکتا (جیسا کہ اب تک منی کا حرم میں ہونے کے باوجود مکہ سے علیحدہ موضع ہونا یقین کے ساتھ چلا آرہا ہے) تو قصر واضحیہ وغیرہ کے احکام مسافر حاجی کے حق میں علی حالہ باقی رہیں گے اس صورت حال کے پیش نظر آفاقی اور حجاز میں مقیم متعدد علماء نے آبادی کا جائزہ لیا اور اتصال وعدم اتصال کو بغور ملاحظہ فرمایا یہاں تک کہ مفتیان کرام کی ایک جماعت نے یہ فیصلہ تحریر فرمایا کہ منی اب داخل مکہ ہے یعنی شہر کا ایک جز بن گیا ہے، لہذا جو مسافر حاجی حج سے قبل مکہ مکرمہ پہنچا اور ایام حج ملاکر پندرہ دن کے قیام کی شکل بنتی ہے تو وہ مقیم بن جائے گا اور ایام حج میں منی، مزدلفہ اور عرفہ میں اتمام کرے گا اور اگر حاجی صاحب نصاب ہے تو پھر مالی قربانی یعنی اضحیہ بھی واجب ہوگا۔ جب یہ صورت حال ظاہر ہوئی تو حجاج کے درمیان بالخصوص برصغیر کے حاجیوں میں تشویش کا ہونا لازم ہے اب فکر ونظر کے دو زاوئے بن گئے، (۱) وہ اکابر ومفتیان کرام جن کی نظر توارث واجماع پر مرکوز ہے یعنی منی خارج مکہ ہے۔ (۲) منی کو داخل مکہ قرار دینے والے اہل علم ومفتیان کرام۔

اس اختلاف کا علم کچھ مدت کے بعد راقم الحروف کو بھی ہوا تو اعتماداً علی الآخر نئے زاویہ کو صحیح تصور کرنے لگا کیونکہ غور وفکر سے اعتبار کا فرق واضح ہوگیا تھا یعنی منی کا محدود ہونا اور اسکے حدود میں مخصوص افعال کو انجام دینا یہ ایک امر ہے اور محدود ومخصوص ہونے کے ساتھ اتصال آبادی کی وجہ سے

جزءِ مکہ ہونا یہ دوسرا امر ہے جزو مکہ ہونے سے منی کی تحدید و تخصیص باطل نہیں ہوتی ہے اور اسکا محدود و مخصوص ہونا تابع مکہ ہونے کیلئے مانع نہیں ہے جیسا کہ عموماً محدود و مخصوص مقامات کا حال بڑے شہروں میں ہوا کرتا ہے۔لہذا دونوں امر مجتمع ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء میں جب حج کی سعادت حاصل ہوئی تو اسی جدید زاویہ کے مطابق عمل بھی کیا۔

حج سے فراغت کے بعد چند علمائے کرام کے ساتھ حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضری کا موقع ملا،حضرت والا نے معمول کے مطابق ضیافت فرمائی اس کے بعد منی کے متعلق ہمارے استفسار پر بتایا کہ موجودہ اختلاف سے بہت پہلے ہمارے اکابر محققین حج کیلئے تشریف لاتے تھے میری ان اکابر سے ملاقاتیں بھی رہی ہیں انہوں نے منی کی سمت میں شہر کی آبادی کا اضافہ بھی دیکھا تھا مگر فقہائے سلف وخلف کے بیان کی روشنی میں منی کے داخل مکہ ہونے پر کبھی کوئی کلام نہیں فرمایا اسلئے میرا ابھی نظریہ اکابر کے طریق پر ہے یعنی منی مکہ سے الگ مستقل موضع جیسے پہلے تھا اب بھی ہے۔راقم نے کہا ''ایضاح المناسک للنووی'' کے جدید حاشیہ میں ایک عرب عالم نے یوں لکھا ہے:**اقول:قد اصبحت منی بلدة و سکانها یزیدون اضعاف اضعاف العدد المشروط فی الجمعة بکثیر والآن تقام بمسجد الخیف جمعة بل و جمیع الصلوات وللمسجد المذکورامام رسمی و مؤذن کذالک من جهة حکومتنا السنیه** ۔(الافصاح حاشیہ کتاب الایضاح) تو حضرت نے فرمایا کہ''یہ حاشیہ بھی اس وقت کا ہے جب منی میں بہت سے لوگوں نے رہائش اختیار کر کے مکانات بنا لئے تھے لیکن بعد میں حکومت نے لوگوں کے مکانات ختم کرا کے عرصۂ منی کو خالی کر دیا اور وہاں جمعہ کی نماز بھی نہیں ہوتی ہے''۔ ہمارے ایک رفیق مفتی صاحب نے تائید کی کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا ہے۔

(تنبیہ) اس مذکورہ حاشیہ میں فی نفسہ منی کے بلد صغیر ہونے کا ذکر ہے مگر شہر مکہ سے الحاق کا ذکر

نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مکیؒ کی ملاقات سے احساس ہوا کہ منی کے بارے میں اسلاف واکابر کا جو موقف رہا ہے اور خیر القرون سے متوارث ہے وہی صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ نئے زاویہ کی توجیہہ اور اعتبار کا فرق ذہن نشیں ہو گیا تھا اسلئے کشمکش میں مبتلاء نہ ہوا پھر مدرسہ صولتیہ کی زیارت کیلئے جانا ہوا ناظم صاحب نے مدرسہ کا معاینہ کرانے کے بعد چند کتابیں جو مدرسہ کی منشورات میں سے تھیں عنایت فرمائیں بالخصوص منی سے متعلق ایک کتاب ''حج میں قصر واتمام کی تحقیق'' مؤلفہ مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم راولپنڈی (پاکستان) بھی پیش فرمائی۔

پھر سال ۱۴۳۵ھ میں جمعیۃ علماء کی طرف سے بمبئی میں فقہی اجلاس ہوا جسکا اہم موضوع یہی ''مسئلہ الحاق منی'' تھا۔ بعض دوستوں سے معلوم ہوا کہ اختلاف کافی شدید تھا، دونوں زاویوں میں مفتیان کرام کی خاصی تعداد رہی اور کبار علماء بھی دونوں جانب ہیں تو اب بندۂ بے بضاعت کا کچھ تحریر کرنا کسی ایک نظریہ کے قائلین میں شمار ہونے کے سوا اور کیا ہے اس لئے خاموشی میں عافیت معلوم ہوئی مگر جب ایک بڑے مفتی صاحب نے جو بمبئی کے اجلاس میں شریک تھے مہمیز لگائی تو داعیہ پیدا ہوا اور اعتماداً علی اللہ قدم اٹھایا چنانچہ مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کی مذکورہ بالا کتاب کا (جو اس موضوع پر جانبین کے مقالات اور انکے دلائل کا عمدہ خلاصہ ہے) بالاستیعاب اور غائر نظر سے مکمل مطالعہ کیا مسئلہ حادث پر کتاب میں خوب تحقیق پیش کی گئی ہے اور اپنے موضوع پر کافی مواد جمع کر دیا گیا ہے البتہ ایک اہم نکتہ اور ہے اور اسکا ذکر کتاب میں پیش کردہ دلائل کے ضمن میں اتفاق سے آ گیا ہے لیکن اس سے تعرض نہیں کیا گیا حالانکہ وہ نکتہ انتہائی توجہ طلب ہے، اسی وجہ سے مزید بحث وتمحیص کی گنجائش نکل آئی اور تفتیش وتحقیق کی راہ میں راقم چلنے لگا۔

وہ اہم نکتہ کیا ہے؟ جس کی وجہ سے اب تک منی کو مکہ کا جزء یا اسکا تابع قرار نہیں دیا گیا جبکہ منی

حرم میں داخل بھی ہے اور حرم کو بلد بھی کہا گیا ہے اور منی کو مسجد حرام یعنی مکہ سے قریب شمار بھی کیا ہے تو پھر منی کو خارج مکہ قرار دئے جانے کی بنیاد کیا صرف آبادی کا نہ ہونا ہے یا مستقل مشعر ہونا بھی ہے؟ اسی بات کو سمجھنے کیلئے یہ تحریر اہل علم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں امید ہے کہ سنجیدگی سے ملاحظہ کیا جائے گا۔ **وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت والیہ انیب، فقط**

رشید احمد فریدی

مدرسہ مفتاح العلوم تراج

(تشکر)

اخیر میں دو شخصوں کا تشکر ضروری سمجھتا ہوں

(۱) رسالہ کی طباعت کی ذمہ داری ایک ایسے شخص نے اٹھائی ہے وہ راقم الحروف کے جامعہ ڈابھیل کے زمانہ میں رفیق اور صدیق رہ چکے ہیں یعنی مولانا محمد الیاس قاسمی گلبرگوی ناظم مدنی جج گروپ جامع مسجد، ملے پلی (حیدرآباد) اللہ تعالیٰ انہیں پاکیزہ کمائی سے بہرہ ورفرماوے۔

(۲) مقالہ کی کتابت از اول تا آخر اور پھر مسودہ اور مبیضہ کو کتابی شکل میں تیار کرنا عزیزم خلیل احمد فریدی **سلمہ وعلمہ ووفقہ لمایحب ویرضاہ** کی کاوش ہے جس نے جمعہ کی تعطیل میں شب وروز کے مختلف اوقات میں وقت فارغ کر کے یہ علمی خدمت انجام دی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ام القریٰ ’’مکہ‘‘ کا قدرتی وجود﴾

سرۃ الارض (وسط زمین) عین کعبہ کی جگہ ہے جہاں خالق کائنات نے اپنی قدرت سے سطح آب میں سب سے پہلے زبدۂ ارض پیدا فرمایا تھا پھر اسی ’’زبدہ‘‘ سے عام زمین پھیلائی گئی **دُحیتِ الارض من تحتھا** پھر زمین کے استقرار کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی مضبوط میخیں گاڑ دیں **والجبال ارسٰیھا** پس تجلیٔ الٰہی کا خاص مرکز ہونے اور پہاڑوں کے ذریعہ زمین تھم جانے سے انسانوں کی آبادکاری کے لئے وہ سرزمین ام القریٰ بن گئی یہ ام القریٰ قدرتی طور پر دوطرفہ پہاڑی سلسلہ کے وسط میں اس طرح واقع ہے کہ شہر کو محفوظ رکھنے کیلئے فصیل کی ضرورت دو جانب سے اِن پہاڑوں کے ذریعہ پوری ہوجاتی ہے۔**مکۃ المشرفۃ بلدۃ مستطیلۃ کبیرۃ والجبال محدقۃ بھا کالسور لھا** یعنی شہر مکہ معظّمہ کا طول بہت زیادہ اور عرض بہت کم ہے اور پہاڑ لمبائی میں مکہ کو سور کی طرح گھیرے ہوئے ہے اور قدیم زمانہ میں مکہ کے بالائی حصہ میں جہاں سے حضور ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر داخل ہوئے تھے اور زیریں حصہ میں جہاں سے آپ ﷺ نکلے تھے میں پہاڑوں کے درمیان فصیل بنائی گئی تھی جو شہر مکہ کی حد تھی، (شفاء الغرام ۱/۲۳)

﴿بلد امین بلاد عالم سے ممتاز ہے﴾

آیات و روایات کے پیش نظر ام القریٰ یعنی مکۃ المکرّمہ کی حیثیت دوسرے شہروں سے بالکل ممتاز اور جداگانہ ہے۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول جمہور مکہ کو عنوۃً فتح کیا اس کے باوجود اہل مکہ کیساتھ احسان فرمایا کہ چند افراد کے سوا سب کی جان بخشی فرمائی اور انکی جائداد کو انکی ملک میں باقی رکھا یعنی مال غنیمت بنا کر مجاہدین کے درمیان تقسیم نہیں کیا پس اہل مکہ حسب سابق اپنی جائداد زمین ومکان کے مالک رہے ۔اور مالکانہ تصرف کرتے رہے جیسا کہ واقعات روایات میں موجود

ہیں۔(عمدۃ القاری باب توریث دورمکۃ)

اور چونکہ شہر مکہ کو مسجد حرام سے جس میں بیت اللہ واقع ہے قرب واتصال ہے اور بیت اللہ عظمت کا مرکز ہے تو شہر بھی معظم ہے نیز حرم میں ہونے کی وجہ سے شہر مکہ کو دیگر بہت سے امتیازات حاصل ہیں جو دوسرے شہروں کو حاصل نہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) اس مبارک شہر کے متعدد اسمائے گرامی ہیں جو قرآن پاک میں آئے ہیں اور امام نووی نے مکہ کے ۱۶/ نام ذکر کر کے لکھا ہے **ولا یعرف فی البلاد بلدۃ اکثر اسما من مکۃ والمدینۃ لکونھما اشرف الارض** اور ناموں کی کثرت اسکی شرافت پر دلالت کرتی ہے۔مکہ وبکہ ،ام القریٰ، قریۃ،البلدالامین،البلدۃ وغیرہ

(۲) شہر مکہ میں داخل ہونے والے کیلئے **تعظیماً للبیت** احرام ضروری ہے۔

(۳) دخول مکہ کے وقت جمیع علماء کے نزدیک غسل کرنا مستحب ہے۔**الاغتسال عند دخول مکہ مستحب عند جمیع العلماء**

(۴) مسجد حرام کی نماز کا ثواب بالاتفاق بلکہ حرم کی نیکی کا ثواب بھی بہت سے فقہاء کے نزدیک ایک لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے۔

(۵) شہر مکہ اور حرم قاتل ومجرم کے لئے بھی امن کی جگہ ہے۔

(۶) جو کوئی حرم مکہ میں (الحاد) بے دینی کا قصد کرے گا تو اللہ تعالی اسے سزا چکھائیں گے۔

لہذا مکہ معظّمہ پر دوسرے شہر کو یا دوسرے کسی شہر پر مکہ مکرمہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا: **ولا یقاس علیھا غیرھا من البلاد فانھا مخالفۃ لغیرھا.** (تفصیل کیلئے دیکھئے شفاء الغرام للفاسی،اخبار مکہ للازرقی ،مناسک للقاری،البحر العمیق)

﴿مسجد حرام، حرم اور میقات کے حلقے و مراتب﴾

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: حق تعالی جل شانہ نے تمام عالم میں سے بیت اللہ کی زمین کو عزت و شرف کے لئے مخصوص فرما کر اس پر اپنا بیت بنایا، جو دنیا میں سب سے زیادہ معظم و مکرم ہے، اس کی تعظیم و شرف کے اظہار کے لئے اس کے گرد یکے بعد دیگرے کئی حلقے قائم فرمائے، اور ہر ایک حلقے کے ساتھ کچھ آداب و احکام مخصوص فرمائے۔

سب سے پہلا اور بیت اللہ سے متصل حلقہ مسجد حرام کا ہے، جس کے اندر بیت اللہ واقع ہے اس کے خاص آداب و احکام ہیں جن میں کچھ تو وہ ہیں جن میں دنیا کی دوسری مساجد بھی شریک ہیں اور کچھ اس مسجد حرام کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً اس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہوتا ہے، بیت اللہ کا طواف مسجد کے اندر ہوتا ہے اور مسجد حرام سے باہر کوئی سات چکر لگائے طواف ادا نہیں ہوگا۔ دوسرا حلقہ پہلے سے زیادہ وسیع شہر مکہ مکرمہ کا ہے۔ تیسرا بڑا حلقہ حرم کا ہے جو پہلے دونوں حلقوں پر مشتمل ہے۔ اسکے بھی خاص آداب و احکام اور پابندیاں ہیں مثلاً یہ کہ پورا شہر مکہ اور حرم بھی مسجد حرام کی طرح عام پناہ گاہ ہے۔ البتہ بیت اللہ کے قرب و بعد کے اعتبار سے شرف مکانی کا درجہ متفاوت ہوگا پس شہر مکہ عام حرم سے مرتبہ میں زائد ہوگا چوتھا حلقہ ان سب سے وسیع تر ہے جس میں یہ پہلے تینوں حلقے سمائے ہوئے ہیں۔ (دیکھئے جواہر الفقہ (۲۲/۲۱ ج ۴)۔

﴿مکہ سے منی، مزدلفہ اور عرفات کا فاصلہ﴾

میدان عرفات نصوص شرعیہ کے رو سے حرم سے باہر ہے اور منی و مزدلفہ حرم میں داخل ہیں مکہ مکرمہ سے مشرق کی طرف تین میل شرعی کے فاصلہ پر منی ہے، مکہ اور منی کے درمیان وادی محصب ہے جس کو بطحا یا ابطح بھی کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے قبل یہیں قیام کیا تھا اور یہیں سے یوم الترویہ کو منی کی طرف کوچ فرمایا تھا (مسلم شریف، البدایہ ۱۳۰/۵) اور عرفہ مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر

واقع ہے۔اور''مزدلفہ'' منی اورعرفہ کے درمیان ایک میدان ہے جومنی سے تین میل اورعرفہ سے بھی تین میل ہے۔(معلم الحجاج) اعلم ان بین مکة و منی فرسخاً ومزدلفة متوسطة بین عرفات و منی بینها و بین کل واحد منهما فرسخ وهو ثلثة امیال (الایضاح للنووی)اوروادی محسر منی اورمزدلفہ کے درمیان واقع ہے و محسر واد بین المزدلفة و منی (مناسک ملاعلی)ولیس وادی محسِر من المزدلفة ولا من منی بل هو مسیل مابینهما (ایضاح نووی)۔یعنی منی کے منتہی اورمزدلفہ کے مبدء کے مابین ایک نشیبی حصہ تھا جو پانچ سو پینتالیس گزعرض میں ہے(معلم الحجاج ،اخبارمکہ للازرقی)محسر برزخ بین منی وبین مزدلفة لا من هذه ولا من هذه کذا فی الهدی(جزء حجۃ الوداع)۔یہ منی یامزدلفہ کا جزونہیں ہےالبتہ حرم میں داخل ہے۔

﴿مزدلفہ کے خصوصی احکام﴾

(۱)جمع بین الصلاتین: وقوف عرفہ کے بعد حاجی کے لئے مزدلفہ کی حد میں داخل ہوکرمغرب وعشاء کی نمازایک ساتھ ادا کرنا۔

(۲)وقوف مزدلفہ:احناف کے نزدیک واجب ہے ائمۂ ثلٰثہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے بعض مالکیہ کے نزدیک فرض ہےاورظاہریہ کے نزدیک رکن ہے۔اسکا وقت صبح صادق سے لیکرطلوع آفتاب تک ہے۔

(۳)مبیت:شب گذارنا احناف کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور امام شافعی و احمد کے نزدیک واجب ہے،امام مالک کے نزدیک اتنے وقت کے لئے نزول واجب ہےجس میں کجاوہ اتار سکے(جزء حجۃ الوداع ص ۱۱۷،مناسک للقاری ۳۰۹،الفقہ علی مذاهب الاربعہ)

﴿منی کی حدو پیمائش﴾

منی ایک گھاٹی یعنی دو پہاڑی کے درمیان ایک کھلی جگہ ہےجسکی لمبائی یعنی شرقاً غرباً دومیل

ہے اور چوڑائی بہت تھوڑی ہے دونوں طرف کے پہاڑ کا اگلا حصہ جو میدان کی طرف ہے وہ منی میں داخل ہے اور دونوں پہاڑ کی پشت کا حصہ حدود منی سے خارج ہے اور جمرۂ کبریٰ کے پیچھے عقبہ بھی بالاتفاق منی سے خارج ہے اور جمرۂ عقبہ حد منی کے بالکل کنارے واقع ہے اور وہ عقبہ سے قریب ہے ۔یعنی جمرۂ عقبہ مکہ کی طرف سے ابتدائے منی پر واقع ہے اور یہاں سے مسجد خیف تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور منی کی کل پیمائش جمرۂ عقبہ سے وادیٔ محسر تک سات ہزار دوسو ذراع ہے۔ **اعلم ان منی شعب طوله میلان وعرضه یسیر والجبال المحیطة بها ما اقبل منها علیه فهو من منی ولیست العقبة منها** (مناسک للقاری۳۱۴،ایضاح للنووی) **ومسجد الخیف علی اقلِ من میل مما یلی مکة وجمرة العقبة فی آخر منی مما یلی مکة** (الایضاح۳۰۹)**. ذرع منی من جمرة العقبة الی وادی محسر سبعة آلاف ذراع ومائتا ذراع**(البحر العمیق ج۳)

﴿منی کی خصوصیات﴾

قاضی فقیہ عبد الغنی مکی ارشاد الساری حاشیہ مناسک لملاعلی قاری میں لکھتے ہیں: **فی منی خمس آیات احداها ان ما قُبِلَ من الحصیا ت یرفع ،والثانیة اتساعها للحجیج مع ضیقها فی الاعین ،والثالثة کون الحدأة لا تخطف منها اللحم ، والرابعة کون الذباب لایقع فی الطعام وان کان من شانه ان لا ینفک عنه کالعسل والسکر والخامسة قلة البعوض بها** ۔(حاشیہ مناسک للقاری۳۱۶) منی میں قدرت الٰہی کی پانچ نشانیاں ہیں۔

(۱) جس شخص کا حج قبول ہوجاتا ہے اسکی کنکریاں جن سے جمرات کی رمی کی تھی وہ اٹھالی جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ لاکھوں لاکھ حاجیوں کی کنکریاں دوسرے دن نظر نہیں آتیں سوائے چند کنکریوں کے جو مردود ہوکررہ جاتی ہیں۔

(۲) منی کی زمین تمام حاجیوں کیلئے وسیع ہو جاتی ہے حالانکہ دیکھنے میں اتنی بڑی اور وسیع نہیں ہے ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ منی عورت کے رحم کی طرح ہے کہ جب اسمیں بچہ رہتا ہے تو بچہ کے اعتبار سے رحم وسیع ہوتا جاتا ہے اور نہ ہو تو سکڑ جاتا ہے۔

(۳) چیل منی سے گوشت نہیں اچکتی۔یعنی چیل کی فطری عادت ہے کہ جب کسی جگہ گوشت یا ذبیحہ یا میتہ پڑا ہو تو چیل تیزی سے جھپٹ کر اپنی خوراک لے لیتی ہے مگر منی جہاں اونٹوں کا نحر اور دوسرے جانوروں کا ذبح ہوتا ہے نیز لوگ گوشت سکھانے کے لئے کھلی جگہ پھیلا دیتے ہیں اللہ تعالی نے وہاں کے گوشت کو چیلوں کے جھپٹ مارنے سے محفوظ رکھا ہے۔

(۴) مکھی منی کے کھانوں میں سے میٹھی چیز پر بھی نہیں گرتی حالانکہ مکھی کی طبیعت میں یہ چیز پیدائشی ہے جیسے شہد سے اسکی مٹھاس جدا نہیں ہوتی اسی طرح مکھی کو مٹھائی سے عشق ہے وہ کھانوں پر ضرور گرتی ہے۔

(۵) منی میں مچھر نہیں حالانکہ منی میں ذبح اور نحر کی جگہ ہونے کی وجہ سے بہت ممکن تھا کہ مچھر بکثرت پائے جاتے لیکن اللہ تعالی نے اپنے خصوصی مہمانوں کو جن کا قیام منی میں مقرر فرمایا ہے مچھر کی ایذاء رسانی سے محفوظ فرمایا ہے یہ سب خصوصیات موسم حج میں ایام منی کے ساتھ خاص ہیں ۔(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے شفاء الغرام باخبار البلد الحرام)۔

﴿منی کے مخصوص احکام﴾

(۱) ۸/ ویں ذی الحجہ (یوم الترویہ) کو مکہ سے نکل کر منی پہنچنا ۔الخروج من مكة الى منى يوم التروية سنة (البحر العمیق ص۳، مناسک للقاری)۔

(۲) زوال کے بعد سے منی کا قیام والاقامة بمنى بعد الزوال يوم التروية ادب (البحر العمیق) اور ظہر تا فجر پانچ نمازیں منی میں ادا کرنا مسنون ہے۔(معلم الحجاج)

(۳) اورنویں کی شب گذارنا سنت ہے۔ يبيت ليلة عرفة بمنى ليكون اكثر تأهباً للوقوف بعرفة فكانت البيتوتة بها سنة . (البحرالعمیق)۔ والبيتوتةبمنى ليلة عرفة (مناسک للقاری)۔یعنی رات منی میں ہی ٹھہرنا چاہئے مکہ مکرمہ میں یا کسی اور جگہ ٹھہرنا خلاف سنت ہے (معلم الحجاج)

(۴) نویں کوعرفہ کیلئے منی سے طلوع شمس کے بعد نکلنا سنت ہے۔ السنة ان يكون ذلك بعد طلوع الشمس . (البحر العمیق عن قاضیخان) والدفع منه الى عرفة بعد طلوع الشمس (مناسک للقاری،موطا مالک) ۔

(۵) ۱۰/ ویں کوصرف جمرہ عقبہ اور ۱۱/۱۲ ویں کوتینوں جمروں کی رمی کرنا۔

(٦) ۱۰/ ویں کوطواف افاضہ کے بعد منی آ کر اور ۱۱/۱۲ کو رمی جمار کی خاطر منی کا قیام سنت ہے :والسنة ان يبيت بمنى ليالى ايام الرمى (مناسک للقاری۳۳۲) جب کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک منی میں رات گذارنا واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رات کا اکثر حصہ گذارنا واجب ہے۔البتہ بارہ کوغروب سے پہلے منی سے کوچ کر جائے تو ۱۳/ ویں کی شب باشی ساقط ہو جاتی ہے (الفقہ علی مذاہب الاربعہ ۳۷۳)

(۷) ہدی کا ذبح یانحر کرنا منی میں سنت ہے (اگر چہ حرم میں کہیں بھی جائز ہے) نحرت ههنا و منى كلها منحر فانحروا فى رحالكم (مسلم بحوالہ فتح الباری ص۳/۳۷۴)۔

(۸) منی میں عیدالاضحیٰ کی نماز بالاتفاق نہیں پڑھی جائے گی وكذالا يصلى بمنى صلوة العيد اتفاقاً (فتح باب العنایہ ص۳۹۰/۱،حلبی)

(۹) اگر جمعہ کا دن ایام منی میں سے کسی دن آ جائے تو امام محمد کے نزدیک جمعہ ادا نہیں کی جائے گی اور یہی جمہور کا قول ہے البتہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ قائم کی جائے گی اسلئے کہ منی

ایام موسم میں شہر بن جاتا ہے بشرطیکہ جمعہ قائم کرنے والا امیر مکہ یا امیر حجاز ہو یا اسکی طرف سے امیر الحاج کو اقامت جمعہ کی ولایت حاصل ہو (اوجز المسالک، ہدایہ، بدائع)

(۱۰) ۱۲/ ویں کی رمی کے بعد غروب سے پہلے پہلے منی سے نکل جانا درست ہے (قرآن)

(۱۱) ۱۲/ ویں کی غروب کے بعد منی سے نکلنا مکروہ ہے اگر چہ رمی واجب نہ ہوگی ۔امام شافعیؒ کے نزدیک غروب کے بعد نکلنا جائز نہیں ہے اور رمی واجب ہوجاتی ہے ۔(الفقہ علی مذاہب الاربعہ)

(۱۲) ۱۳/ ویں کی صبح صادق منی میں ہوجانے پر احناف کے نزدیک بھی رمی واجب ہوجاتی ہے ۔(مناسک للقاری)

(۱۳) عرفہ کی رات مکہ میں اور ایام تشریق کی رات منی کے علاوہ کسی جگہ گذارنا مکروہ ہے **یکرہ المبیت بمکة لیلة عرفة وبغیر منی ایام الرمی** (مناسک للقاری ص۱۰۷) **ویکرہ ان لا یبیت بمنی لیالی الرمی** (ہدایہ، البحر العمیق ۳/۱۴۱۹) **ان عمر کان یؤدب الناس علی ترک المقام بمنی فی لیالی الرمی**(مبسوط ۴/۲۴)

(۱۴) ۱۲/ ذی الحجہ یوم النفر سے پہلے اپنے سامان کو مکہ بھیج دینا اور منی میں مقیم رہنا مکروہ ہے حضرت عمرؓ اس سے منع کرتے تھے اور اس پر سختی کرتے تھے: **کرہ ان تقدم ثقلک الی مکة وتقیم بمنی للرمی** (کنز الدقائق) **وقد کان عمر یمنع منه ویؤدب علیه** (النہر الفائق ۲/۹۲) لیکن یہ اس وقت ہے جب امن نہ ہو، تاکہ قیام منی جو منی کا مخصوص منسِک ہے دلجمعی سے پورا کیا جائے۔

(۱۵) عرصہ منی میں بناء وتعمیر کی اجازت نہیں ہے شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے صراحۃً منع فرمایا ہے۔

﴿ مکہ اور منی میں بناء وتعمیر کا فرق ﴾

سرزمین حرم کے مخصوص احکام وآداب میں باعتبار حرم پورا مکہ، منی اور مزدلفہ سب یکساں ہیں

البتہ بعض دیگر اعتبار سے جس طرح مسجد اور خارج مسجد کا فرق ہے کہ مسجد اور اسی طرح وہ زمین جو کسی کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ایسی جگہوں میں کسی کے لئے بناء دار جائز نہیں ہے جیسے مصلیٰ العید والجنازۃ اور مقبرہ بشرطیکہ وقف ہوں، اسی طرح عرفہ، مزدلفہ اور منی میں بھی بناء وتعمیر درست نہیں ہے، حضرت عائشہؓ کی حدیث **انہا مناخ من سبق** کی وجہ سے۔ علامہ عینی شارح بخاری فرماتے ہیں: **ان المسجد الحرام وغیرہ من المساجد وجمیع المواضع التی لا تدخل فی ملک احد لا یجوز لاحد ان یبنی فیھا بناءً او یحتجر موضعاً منھا الا تری ان موضع الوقوف بعرفۃ لا یجوز لاحد ان یبنی فیھا بناءً وکذلک منی لایجوز لاحد ان یبنی فیھا داراً لحدیث عائشۃؓ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ واحمد و الطحاوی ووجدنا مکۃ علی خلاف ذلک لانہ قد اجیز فیھا البناء وقد قال رسول اللہ ﷺ :یوم دخل مکۃ: من دخل دار ابی سفیان فھو آمن فھذا یدل علی ان مکۃ مما یبنی فیھا الدور ومما یغلق علیھا الابواب فاذا کان کذلک یکون صفتھا صفۃ المواضع التی تجری علیھا الاملاک وتقع فیھا المواریث** اور مکہ کا حکم اسکے خلاف ہے اس میں بناء کی اجازت ہے اور ملکیت بھی ثابت ہے حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا ''**من دخل دار ابی سفیان فھو آمن**'' یہ حدیث واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ مکہ میں بنائے دار کی اجازت ہے اور اسکے دروازے بند کر سکتے ہیں اور جب یہ معاملہ ہے تو اس میں ملکیت جاری ہوگی اور میراث بھی جاری ہوگی چنانچہ ابوطالب کے مرنے پر ان کے دو بیٹے طالب اور عقیل وارث ہوئے تھے نہ کہ جعفر وعلی اور حضور ﷺ کے مکانات پر بھی عقیل کا قبضہ ہوگیا تھا جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا **ھل ترک لنا عقیل من رباع** کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر بھی چھوڑا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث کے متعلق ابن قدامہ فرماتے ہیں :**اضاف النبی ﷺ الدار الی ابی سفیان**

اضافةملک یقول"من دخل دار ابی سفیان فهو آمن" لانَّ اصحاب النبی ﷺ کانت لھم دوربمکة دار ابی بکر وللزبیر و حکیم بن حزام وغیرھم مما یکثر تعدادھم فبعض بیع وبعض فی ید اعقابھم الی الیوم وانَّ عمر اشتری من صفوان بن امیة داراًباربعة الاف درھم واشتری معاویة من حکیم بن حزام دارین بمکة احداھما بستین الف درھم والاخری باربعین الف درھم وھذہ القصص اشتھرت فلم تنکر فصارت اجماعاً (عمدۃ القاری باب توریث دورمکۃ) کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشاد"من دخل دارابی سفیان" میں دار کی اضافت ابوسفیان کی طرف بطور ملک کے فرمائی ہے اس لئے کہ حضرات صحابہ کرام کے مکہ میں مکانات تھے دارابی بکر، دارزبیر، دارحکیم بن حزام وغیرہ بکثرت مکانات تھے بعض ان میں فروخت کئے گئے اور بعض انکے خاندان کے قبضہ میں آج تک ہیں۔ حضرت عمرؓ نے صفوان بن امیہ سے ایک مکان چار ہزار درہم میں خریدا تھا، حضرت معاویہؓ نے حکیم بن حزام سے مکہ میں دو مکان خریدے تھے ایک ساٹھ ہزار درہم میں دوسرا چالیس ہزار درہم میں۔ اس قسم کے واقعات بہت مشہور ہیں انکا کوئی منکر نہیں لہذا یہ اجماع ہوگیا۔ بہرکیف اہل مکہ مکان و زمین کے مالک ہیں اور مالکانہ تصرف کرتے ہیں اور بناء وتعمیر اور اقامت وتوطن کا سلسلہ مکہ اور حرم کے دوسرے حصہ میں جاری و ساری ہے۔

﴿منی میں بناء کی صریح ممانعت﴾

اس کے برخلاف منی میں (اور مزدلفہ کا بھی یہی حکم ہے) حرم میں ہونے کے باوجود بناء وتعمیر شرعاً درست نہیں ہے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ سے واپسی میں نبی کریم ﷺ کے منی میں قیام کے لئے جب بناء کی درخواست کی گئی "الا نبنی لک بمنی بیتاً او بناء یظلک من الشمس فقال لا انما ھو منی مناخ من سبق الیه" یعنی جوحاجی منی پہلے پہنچ کر اپنی اونٹنی بٹھادے یعنی

اپنا خیمہ ڈالدے تو وہ جگہ اسکا عارضی حق بن جاتا ہے۔حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ مذکورہ حدیث کے تحت علامہ طیبی کی شرحِ مشکوۃ سے نقل کرتے ہیں: **ای اَتأ ذن ان نبنی لک بیتاً فی منی لتسکن فیه؟ فمنع وعلل بان منی موضع لاداء النسک من النحر ورمی الجمار والحلق یشترک فیه الناس فلو بنی فیها لادی الی کثرة الابنیة تأسیاًبه فتضیق علی الناس .** کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم آپ کے لئے ایک چہاردیواری (حجرہ) منی میں بنادیں تا کہ آپ اسمیں ٹھہریں آپ ﷺ نے منع فرمایا اور اسکی وجہ بتائی کہ منی افعال حج یعنی نحر، رمی جمار اور حلق کی ادائیگی کی جگہ ہے جس میں تمام حجاج یکساں شریک ہیں پس اگر آپ کیلئے مکان بنایا جاتا تو آپ کی اتباع میں کثرت سے لوگ مکان بنا تے پھر تو حجاج کیلئے تنگی ہوجاتی۔اگر مکہ کے مقابلہ میں منی کی یہ خصوصیت نہ ہوتی تو منی میں مکہ کی طرح عمارتوں کی کثرت سے حجاج کیلئے تنگی ہوجاتی اور انکا قیام دشوار ہوجاتا (بذل ۵۲۹/ ۷،وکذافی معارف السنن) علامہ محبّ الدین طبری فرماتے ہیں: **قلت یحتمل ان یکون ذلک مخصوصاً بمنی لمکان اشتراک الناس فی النسک المتعلق بها فلم یر رسول الله ﷺ لاحد اقتطاع موضع فیها لبناء ولا غیره بل الناس فیها سواء وللسابق حق السبق وکذلک الحکم فی عرفة ومزدلفة الحاقاً بها** (شفاء الغرام۵۱۳/۱) یعنی بنائے بیت کا جائز نہ ہونا خاص ہے منی کے ساتھ اسلئے کہ تمام حجاج منی کے مناسک میں برابر شریک ہیں اسلئے رسول اللہ ﷺ نے منی میں کسی کو بناء وتعمیر کے ذریعہ مختص کر لینے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا پہلے پہنچنے والے کا زیادہ حق ہے اور یہی حکم عرفہ اور مزدلفہ کا ہے۔

منی میں آباد ہونا فی نفسہ جائز ہے اور اسکی سب سے بڑی دلیل یہ ہوسکتی ہے کہ حرم کی خالی (بنجر) زمین کو آباد کرنا جائز ہے اور منی حرم میں داخل ہے پس جس جگہ کو آباد کرے گا وہ اسکا مالک ہو جائے گا اور اس میں ملک کے احکام جاری ہوں گے مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیوں کہ منی میں حرم

ہونے کے علاوہ ایک امر زائد ہے جو منی کو موات حرم کیساتھ الحاق سے مانع ہے اور وہ ہے منی کا عامۃ المسلمین کے لئے عبادت گاہ اور مقام نسک ہونا پس منی مساجد کی طرح ہے۔**واعظم ما یمکن ان یتمسک به فی ذلک کون موات الحرم یجوز احیاؤه ومنی من الحرم فیملک ما احیی فیها ویجری فیه احکام الملک ،وهذ لا یستقیم لان فی منی امراً زایداً یقتضی عدم الحاقها بموات الحرم وهو کونها متعبداً ونسکاً لعامة المسلمین فصارت کا لمساجد** (شفاء الغرام ۱/۵۱۴) اسی وجہ سے قاضئ مکہ ابوالفضل نویری مالکیؒ منی میں تعمیر پر بہت سخت نکیر کیا کرتے تھے (ایضاً)

﴿منی کی آبادی کا حال﴾

یہی وجہ ہے کہ معدود چند ہی افراد نے منی میں توطن اختیار کیا ہے۔ یہاں تک کہ ۱۴/ صدیاں گذرنے کے باوجود منی کی حیثیت قریہ صغیرہ سے زیادہ نہیں ہے۔البتہ موسم حج میں شہر بن جاتا ہے اور غیر موسم میں خالی رہتا ہے:**هی بُلَيدة علی فرسخ من مکة طولها میلان تعمر ایام الموسم وتخلو بقیة السنة الا ممن یحفظها** (حدود المشاعر/۱۷،عن معجم البلدان) اسی وجہ سے کتب فقہ میں حتی کہ ماضی قریب کی مشہور کتاب ردالمحتار میں بھی اسے **قریة بمکة یا قریة فی الحرم یا قریة بین مکه و عرفات** جیسے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔لیکن سیال سونے کی برآمد اور مغربی سلطنت کی بالادستی سے عرب میں جو انقلاب آیا ہے تو مکہ کی شہریت میں بھی ترقی ہوئی اور منی میں بھی اقامت کرنے والوں کی کچھ تعداد بڑھ گئی،حضرت سہارنپوریؒ لکھتے ہیں **وفی هذا الزمان کثرت الابنية فيها وتملکوا منها بقاعاً کثيرةً فالی الله المشتکی** (بذل المجہود ۷/۵۳۰) حضرت مولانا یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں:**تعمر ایام الموسم وتخلو بقیة السنة الالمن یحفظها هکذا کانت قریة منی غیر ان الآن قد اتصلت ابنیة مکة بها و بنیت فیها للسکنی وللحجاج فی**

الـمـوسـم (معارف۶/۱۹۳) حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں ''حضور ﷺ نے منی میں آپ کیلئے عمارت بنانے سے منع فرمایا لیکن لوگوں نے تمول کی وجہ سے کئی کئی منزلہ عمارتیں بنالیں سارا سال خالی پڑی رہتی ہے اعراب لوگ حفاظت کرتے ہیں حج میں بھاری رقوم پر انکو کرایہ پر دیا جاتا ہے (تقریر ترمذی ۲/۵۶۳) مفتی سعید احمد اجراڑوی مفتی مظاہر العلوم سہارنپور اپنی مشہور تصنیف معلم الحجاج میں لکھتے ہیں ''یہاں پر پختہ مکانات بنے ہوئے ہیں لیکن صرف حج کے ہی زمانہ میں کارآمد ہوتے ہیں ہمیشہ آباد نہیں رہتے۔(معلم الحجاج ۱۵۳)۔

﴿نزول منی کی حکمت شرعی﴾

صاحب اسرار شریعت شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ حجاج کیلئے مکہ کے بجائے منی میں قیام کی حکمت شرعی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **والسر فی نزول منی انها کانت سوقا عظیماً من اسواق الجاهلية مثل عكاظ والمجنة و ذی المجاز وغيرها وانما اصطلحوا عليه لان الحج يجمع اقواما كثيرة من اقطار متباعدة ولا احسن للتجارة ولا ارفق بها من ان يكون موسمها عند هذا الاجتماع ولا ن مكة تضيق عن تلك الجنود المجندة فلو لم يصطلح حاضر هم وباديهم وخاملهم ونبيههم على النزول فی فضاء مثل منی لحرجوا .وان اختص بعضهم بالنزول لوجدوا فی انفسهم ....وكان للاسلام حاجة الى اجتماع مثله ليظهر به شوكة المسلمين وعِدتهم وعُدتُهم ليظهر دين الله ويبعدصيتُه ويغلب على كل قطر من الاقطار فابقاه النبی صلی الله عليه وسلم وحثَّ عليه وندب اليه ونسخ التفاخر وذكر الاباء وابدله بذكر الله** (حجۃ اللہ ۲/۱۶۷) زمانہ جاہلیت میں منی (اور اسکے مضافات) میں عکاظ، ذی المجاز اور مجنّہ جیسے بازار لگا کرتے تھے اور حج بیت اللہ قریب و بعید مقامات سے بہت سی قوموں کو جمع کر دیتا ہے اور تجارت کیلئے ایسا ہی کثیر مجمع موزوں و

مفید بلکہ تجارت کا موسم ہوتا ہے اور مکہ شہران اقوام عالَم کے انبوہ کثیر کے اجتماع سے تنگ ہوجاتا پس اگر شہری ودیہاتی، گمنام اور مشہور یہ سارے لوگ منی جیسے خالی میدان میں قیام پر متفق نہ ہوتے تو لوگ واقعی دقت میں پڑ جاتے اور اگر بعض لوگوں کو نزول فی المنی سے خاص کر دیا جاتا (یعنی حج میں آنے سے روک دیا جاتا) تو وہ اپنے دلوں میں تنگی پاتے۔ چنانچہ منی میں قیام کا دستور چل پڑا تو عرب اپنی عادت وحمیت کے تقاضہ سے تفاخر وتکاثر اور اپنے آباء کے کارناموں کا تذکرہ کرتے اور ہر قبیلہ اپنی جلادت وشجاعت کے ذکر سے محفل مشاعرہ کو مزین کرتے تاکہ قریب وبعید کے لوگ دیکھیں اور سنیں اور اطراف عالم میں انکا ذکر پہنچے۔ پھر جب اسلام آیا تو اسے اس طرح کے اجتماع کی حاجت تھی جسکے ذریعہ مسلمانوں کا دبدبہ انکی تعداد اور انکا ساز وسامان اقوام عالم پر ظاہر ہو تاکہ دور تک اسلام کا شہرہ ہو اور ہر خطہ پر دین غالب آجائے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع عظیم کو باقی رکھا لوگوں کو اسکی ترغیب دی اور شوق دلایا (اسطرح منی میں قیام کو مسنون فرمایا) اور تفاخر وتکاثر اور آباء کے تذکرہ کی رسم کو ختم کر کے ذکر اللہ کو جاری فرمایا (سورہ بقرہ، رحمۃ اللہ واسعۃ ۴/۲۰۰)

حجاج کے اس اجتماع عظیم کا قیام مکہ کے بجائے منی میں مقرر ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ منی اگرچہ زمینی اعتبار سے مکہ سے جس قدر بھی قریب ہے مگر حکمت ومصلحت شرعی کے لحاظ سے وہ شہر مکہ اور اسکے حدود سے خارج ہے۔

﴿منی میں قیام مقتضائے عشق ومنشأ شریعت﴾

اہل علم جانتے ہیں کہ حج عاشقانہ شان کا مظہر ہے اور حجاج کرام عشاق الٰہی ہیں جیسا کہ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیثؒ نے اوجز المسالک، جزء حجۃ الوداع اور فضائل حج (اردو) میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

عاشق کا مزاج ومذاق معشوق کے در اور گھر کا وارفتگی میں کبھی چکر لگانا ہے تو کبھی ٹھہرنا اور

پڑے رہنا ہے جبکہ محبوب قابل صد تعظیم بھی ہے اسکی بستی و آبادی سے دور ہی الگ ویرانہ میں پسند کرتا ہے ۔ چنانچہ عرفہ کے میدان میں چلچلاتی دھوپ میں الحاح وزاری کرنا اور لق ودق میدان مزدلفہ میں شب کی تاریکی میں کچھ لیٹ جانا ، پھر دن کے اجالے سے پہلے راز و نیاز کرنا اور بالآخر عشق کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے کو سنگ باری کر کے محبوب کے گھر سے دور ہی خالی میدان اور غربت کے مقام میں اپنی جان قربان کر دینا ہی مقصود کو پالینا ہے ۔ شاید اسی لئے ہدی کا منی میں ذبح کرنا شرعاً مسنون ہے ۔

پس محبوب حقیقی کا گھر اگر چہ وہ مکان سے بے نیاز ہے مگر اس نے عاشقوں کی تسلی کے لئے صورت مکان تجویز کر دیا ہے جو محبوب کی طرف نسبت خاص کی وجہ سے بیت اللہ کہلاتا ہے وہ مکہ میں ہے تو عاشق صادق (حاجی) کیلئے شہر سے الگ دوسری غیر آباد جگہ (فضاء منی) میں قیام کرنا تقاضۂ عشق و محبت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حج کے پانچ دنوں میں سے ایک دن رات کو چھوڑ کر بقیہ دن رات منی میں رہنا مطلوب ہے اور پھر اس فضاء غیر آباد مکان میں رہتے ہوئے بیت اللہ (محبوب کے گھر) کی زیارت و طواف اسکی عین آرزو ہے چنانچہ ایک مرتبہ کی اجازت دے کر عاشق پر احسان کرتے ہوئے طواف کو لازم کر دیا اور ایک سے زائد مرتبہ زیارت کے لئے محبت اگر کھینچ کر لے جانا چاہتی ہے تو محبوب کی عظمت قدموں کو جما دیتی ہے یہاں سے اس واقعہ کی حکمت بھی سمجھ میں آتی ہے جس کو ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے کہ محبّ حقیقی حضرت رسالت مآب ﷺ منی کی راتوں میں زیارت بیت اللہ کیلئے تشریف لاتے اور پھر منی میں آ کر شب گذارتے ۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں : قیام کے دنوں میں ایک مستحسن امر یہ ہے کہ ہر رات میں بیت اللہ کی زیارت کیلئے مکہ آئے مگر رات منی میں آ کر بسر کرے ”**لــــــه ان یزور البیت فی لیالی منی بشرط ان لا یبیت الا بمنی**“ (احیاء العلوم ۱/۲۵۷ ، البدایہ لابن کثیر ۵/۱۵۵ جزء حجۃ الوداع ۱۷۵) ۔ مگر عظمت محبت پر غالب رہنی چاہئے تا کہ حد ادب سے تجاوز نہ ہو جائے شاید اسی وجہ سے فقہائے امت نے اس زیارت بیت اللہ کو مستحب یا مستحسن نہیں بتایا ہے لہذا شارع

حقیقی نے منی ومزدلفہ کو اسکی حد بندی کر کے شہر مکہ سے الگ رکھا ہے گویا جو مقتضائے عشق تھا وہ شریعت کا منشاء قرار پایا۔

﴿ مکہ، منی، مزدلفہ اور عرفہ مآثر ومشاعر ہیں ﴾

قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں متعدد جگہوں کے نام آئے ہیں جن کے ساتھ ماضی کے واقعات متعلق ہیں یعنی وہ مقام خاص تاریخی حیثیت کے حامل ہیں مگر مکہ، مشعر حرام اور عرفات جس کا ذکر قرآن پاک میں صراحۃً اور منی کا ذکر اشارۃً آیا ہے اور احادیث میں بکثرت آیا ہے۔ اور منی کے لئے مشعرِ حرام کا لفظ بھی صراحۃً وارد ہوا ہے ان مقامات مقدسہ کے ساتھ صرف ماضی کے اہم واقعات کا تعلق ہی نہیں ہے کہ ان کو فقط مآثر کہا جائے بلکہ حق تعالی نے احکام شرعیہ (مناسک حج) کو اِن مقامات اربعہ کے ساتھ خاص کر کے انکو مشاعر قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: **کونوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابراھیم** یعنی حج کے ہر فعل کو اسکے مخصوص مقام اور محل میں انجام دو اسلئے کہ تم ابراہیمؑ کی میراث یعنی انکے اعمال کر رہے ہو اور مشاعر کہتے ہیں مواضع نسک یعنی اعمال حج کی ادائیگی کی جگہوں کو (معارف السنن ۲۰۲/۶) زادالمعاد میں ہے: **فالحرم و مشاعرہ کالصفا والمروۃ والمسعی ومنی وعرفۃ ومزدلفۃ لایختص بھا احد دون احد بل ھی مشترکۃ بین الناس اذ ھی محل نسکھم و متعبدھم** ......(ص/۵۳۶)

صاحب اصح السیر مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ لکھتے ہیں: ان مقامات میں سے منی تو حرم میں بھی داخل ہے اور مشعر بھی ہے وادیٔ محسر حرم میں داخل ہے مگر مشعر نہیں ہے، مزدلفہ حرم میں بھی ہے اور مشعر بھی، عرنہ حل میں ہے نہ حرم میں ہے نہ مشعر ہے، عرفہ حل میں مگر مشعر ہے، (ص/۴۸۶) پس ان مقامات مقدسہ کی حیثیت مآثر اور مشاعر دونوں ہے بلکہ شرعی حیثیت ہی غالب ہے یہی وجہ ہے کہ ان ناموں کی وجوہ تسمیہ میں شرعی پہلو اور شرعی معنی بطور خاص ملحوظ ہے۔ پس جس طرح عبادات اربعہ نماز، روزہ،

زکوۃ اور حج جو کہ شعائر اسلام ہیں اور ہر ایک مستقل ہے اسی طرح یہ مقامات اربعہ مشاعر ہیں اور مناسک ان پر منقسم ہیں **فاما ارکان الحج متفرقة علی الامکنه والازمنه** (مبسوط ص ۴/۴) پس ہر ایک مشعر اپنے مخصوص مناسک کے ساتھ مستقل بھی ہے۔

﴿مشاعر اربعہ کا استقلال دائمی ہے﴾

وجود کعبہ کی وجہ سے مکہ کا استقلال بالکل ظاہر ہے اور عرفہ خارج حرم اور مشعر ہونے کی وجہ سے وہ بھی مستقل ہے، البتہ منی اور مزدلفہ حرم کا ہی حصہ ہے لیکن اگر انکی تحدید کر کے مکہ سے الگ اور مستقل موضع قرار نہ دیا جاتا تو خصوصیت مکان کی شان کیونکر ظاہر ہوتی جیسا کہ سابق میں منی سے متعلق مختلف امور ذکر کئے گئے پس جس طرح نماز کیلئے اوقات خمسہ ایک دوسرے سے ممتاز اور منفصل ہیں اسی طرح ان مشاعر اربعہ کا انفصال واستقلال ہے لہذا یہ مشاعر تشریع الہٰی کے مطابق ہمیشہ مستقل ہی رہیں گے جیسے صفا اور مروہ دونوں شعائر میں سے ہیں اور حکم شرعی میں دونوں مسجد حرام کے احکام سے الگ اور مستقل ہیں اور یہ استقلال تا قیامت ہے، یہی وجہ ہے کہ مسجد حرام سے متصل ہونے بلکہ احاطہ مسجد کے وسیع ہوجانے سے صحن مسجد میں آجانے کے باوجود صفا اور مروہ کی اپنی استقلالی شرعی حیثیت علی حالہ قائم ہے مسجد کے حکم شرعی سے خارج ہے اسی طرح منی مشعر ہونے کی وجہ سے مکہ سے شرعاً خارج اور الگ موضع ہے آبادی کے اتصال سے استقلال شرعی زائل نہیں ہوگا کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایام حج میں تو منی کا استقلال قائم رہے اور بقیہ سال وہ مکہ کا جزء یا اس کے تابع ہو یا اسکے برعکس۔ پس مناسک حج کی عظمت وعلوشان کی وجہ سے علی الاطلاق یہ مواضع نسک ہمیشہ کیلئے مستقل قرار دئے گئے ہیں جیسا کہ بعض حکومت اپنی مملکت میں کچھ قطعۂ زمین کو عالمی ودائمی مقصد کے لئے ہمیشہ کے طور پر مخصوص ومحفوظ کر دیتی ہے۔

﴿حج کے ایام خمسہ اور منی﴾

اللہ تعالی نے منی میں ذکر الہی کا خاص حکم فرمایا ہے **فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اٰباء کم او اشد ذکرا** اگر چہ رمی جمار خود بھی ذکر کی ایک خاص شکل ہے مگر ایام حج میں مکہ کے بجائے منی کا قیام برائے ذکر بہت اہم نسک ہے (حجۃ اللہ البالغہ ۱۶۷) چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا'' کوئی بھی حاجی ہرگز عقبہ کے پیچھے یعنی نشیبی حصہ (مکہ کی طرف) میں رات نہ گذارے یہاں تک کہ وہ منی (کی حد) میں آجائے بلکہ ایسے شخص کو مقرر کرتے جو منی سے باہر ٹھہرنے والوں کو منی میں داخل کرتے (تاریخ مکہ للازرقی ۲/۵۶۴، فتح القدیر ص ۲/۵۰۲) یہی وجہ ہے کہ حج کے پانچ دنوں میں سے صرف ایک عرفہ کا دن اور مزدلفہ کی رات کو چھوڑ کر بقیہ چار ایام یوم الترویۃ، یوم النحر، یوم القر اور یوم النفر سب کا تعلق منی سے ہے۔ (فتح الباری، ابوداؤد، ۲۴۵ وغیرہ)

﴿حضور ﷺ کا موضع ابطح میں قیام﴾

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں دخول مکہ کے بعد طواف وسعی سے فارغ ہو کر مقام بطحاء میں قیام فرمایا تھا، مسلم شریف میں ہے **عن ابی موسی قال قدمت علی رسول اللہ ﷺ وھو منیخ بالبطحاء** حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں (یمن سے احرام باندھ کر) حضور ﷺ کے پاس پہنچا آپ ﷺ بطحاء میں ٹھہرے ہوئے تھے (۱/۴۰۱) ابن کثیر نقل کرتے ہیں **قدم فی ھذا الوقت ورسول اللہ ﷺ مُنیخ بالبطحاء خارج مکۃ علی من الیمن** حضرت علیؓ یمن سے (ہدی کے ساتھ جب) مکہ آئے اس وقت حضور ﷺ مکہ سے باہر بطحاء میں مقیم تھے۔ (البدایہ، ص۱۳۰/۵) ابن القیم زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں **وکان یصلی مدۃقیامہ بمکۃ الی یوم الترویۃ بمنزلہ ھو نازل فیہ بالمسلمین بظاھر مکۃ فأقام بظاھر مکۃ اربعۃ ایام** آپ ﷺ مکہ میں قیام کے دوران اپنی اسی جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ سے

باہر نزول فرمایا تھا چنانچہ مکہ سے باہر چار دن قیام فرمایا (ص ۱/۲۸۵) حضرت شیخ الحدیثؒ جزء حجۃ الوداع میں تحریر فرماتے ہیں: **وکان قدوم علی حیث کان رسول اللہ ﷺ بالابطح (فأقام بظاھر مکۃ) بالابطح شرقی مکۃ یصلی ھناک اربعۃ ایام یقصر الصلوۃ** حضرت علیؓ کی آمد وہاں ہوئی جہاں آپ ﷺ تھے ابطح میں پس خارج مکۃ یعنی ابطح میں جو کہ مکہ کے شرقی جانب ہے چار دن مقیم رہے اور قصر نماز ادا فرماتے رہے اسکے بعد لکھتے ہیں: **ثم الظاھر عندی ان النبی ﷺ اتی الکعبۃ فی اقامتہ بالابطح فی ھٰذہ الایام** اور طبقات ابن سعد کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں **وکان اضطرب بالابطح فرجع الی منزلہ فلما کان قبل یوم الترویۃ بیوم خطب بمکۃ بعد الظھر** [جز ۹۲،۹۳] اور ابطح میں قیام کے دوران طواف کے لئے مکہ تشریف بھی لے گئے ہیں اور ساتویں ذی الحجہ کو مکہ ہی میں ظہر کے بعد حج کا پہلا خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

۸/ ذی الحج یوم الترویہ کو فجر کی نماز ابطح میں اداء فرمائی تھی **وفی حدیثھم جمیعاً "فصلی الصبح بالبطحاء"** (مسلم شریف ۲/۴۰۷) اور یہیں سے چاشت کے وقت منیٰ کی طرف کوچ فرمایا تھا، ابن کثیر لکھتے ہیں **وصلی بالابطح الصبح من یومئذ وھویوم الترویۃ ویقال لہ یوم منی لانہ یسار فیہ الیھا** [البدایۃ] اور جو صحابہ کرام حلال ہو کر آپ کے ساتھ مقیم تھے انہوں نے یہیں سے حج کا احرام باندھا تھا، **عن جابر قال: امرنا النبی ﷺ لما احللنا ان نحرم اذا توجھنا الی منی، قال: فاھللنامن الابطح**۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے، **حتی اذا کان یوم الترویۃ وجعلنامکۃ بظھر اھللنا بالحج** (مسلم شریف ۳۹۲) اور حضرت شیخ الحدیثؒ لکھتے ہیں: **واحرم بالحج من الابطح** [جز ۹۲] اور ابن قیم جوزی تحریر فرماتے ہیں **فلما کان یوم الخمیس ضحیً توجہ بمن معہ من المسلمین الی منی فأحرم بالحج من کان احل منھم فی رحالھم ولم یدخلوا الی المسجد فأحرموا منہ بل احرموا ومکۃ خلف**

ظھورھم [زادالمعاد]ص۲۸۵/۱] اصح السیر میں ہے مروہ سے اتر کر حضور ﷺ نے مکہ سے باہر قیام فرمایا اور تمام اصحاب یوم الترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ تک آپ کے ساتھ وہیں مقیم رہے جو لوگ حلال ہوگئے تھے انہوں نے یہیں سے ۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا اور احرام کے لئے یہ لوگ مسجد نہ گئے بلکہ مکہ سے باہر ہی احرام باندھا [ص۴۸۱] ان دلائل سے حتمی طور پر معلوم ہوگیا کہ خروج الی منی سے پہلے حضور ﷺ مقام ابطح میں مقیم تھے۔ بلکہ فراغ عن الحج کے بعد بھی نبی کریم ﷺ کا قیام مع صحابہ کرامؓ کے یہیں بطحاء میں تھا۔ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت کا آخری جملہ'' ......**فلما كانت ليلة البطحاء طهرت عائشة**، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں **اى الليلة التى اقام فيها رسول الله ﷺ فى المحصَب بعد عَوده من منى** ۔حضرت جابرؓ کی روایت کا آخری جملہ ......**قال (ﷺ) فاذهب بها يا عبد الرحمن فاعمرها من التنعيم وذلك ليلة الحصبَة** ۔صاحب بذل المجہود لکھتے **اى ليلة قيام رسول الله ﷺ فى المحصَب و تلك ليلة الرابع عشر من ذى الحجة**۔ (ابی داؤد مع بذل المجہود، کتاب المناسک)

﴿بطحاء کا محل وقوع﴾

یہ بطحاء یا ابطح ایک کشادہ سنگریلی جگہ کا نام ہے جو قدیم شہر مکہ کے حدود سے منی کے قریب تک پھیلی ہوئی ہے۔ **اسم لمكان متسع بين مكة ومنى وهو اقرب الى منى** (جزءص۱۸۰) بطحاء کا ہی ایک حصہ ''محصب'' ہے [جس کو خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں اور مجازاً پورے بطحاء کو بھی محصب کہا جاتا ہے] یہاں حضور ﷺ نے منی سے واپسی میں نزول فرمایا تھا اور ظہر تا فجر نمازیں یہیں ادا فرمائی تھی **ونزل رسول الله ﷺ المحصب فدعا عبد الرحمن بن ابى بكر فقال اخرج باختك من الحرم فلتهل بعمرة ثم لتطف بالبيت فانى انتظر كما ههنا......فاذن اصحابه بالرحيل فخرج** الخ (مسلم شریف ۳۸۹) اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو انکے بھائی

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ساتھ عمرہ کیلئے یہیں سے بھیجا تھا اور یہیں آپ ﷺ نے انکا انتظار فرمایا اور مدینہ کوچ کرنے سے پہلے طواف وداع کے لئے یہیں سے تشریف لے گئے تھے اور محصب مکہ سے بہت زیادہ قریب ہے **المحصب الذی یستحب للحاج النزول فیه بعدانصرافه من منی وهومسیل بین مکة ومنی وهواقرب الی مکة بکثیر** (شفاء الغرام) اور محقق ابن ہمام نے بطحاء کا محل وقوع بتا کر بعض فقہاء سے اس کا فنائے مکہ ہونا نقل کیا ہے **الابطح وهو موضع بین مکة ومنی قال وغیره هو فناء مکة** [فتح القدیر ۲/۵۰۲] اس کے مغربی جانب مقبرۃ المعلی ہے جو ثنیۃ العلیاء کے پاس واقع ہے اور مشرقی جانب بطحاء کے منتہا پر ''العقبۃ'' گھاٹی یعنی نشیبی جگہ ہے مگر یہ بالاتفاق منی کی حد سے خارج ہے **ولیست العقبة منها** (مناسک للقاری وایضاح للنووی) گویا بطحاء اور منی کے درمیان ''عقبہ'' حائل ہے، جیسے منی اور مزدلفہ کے درمیان وادی محسر فاصل ہے عقبہ کے نشیب کے بعد منی کی بلندی اور حد شروع ہوتی ہے اور جمرۂ کبری عقبہ سے متصل ہونے کی وجہ سے جمرۂ عقبہ کہا جاتا ہے (قدیم زمانہ کا نشیب وفراز سب ختم ہو چکا ہے اب مسطح کشادہ جگہ بنادی گئی ہے) بہر حال یہ بطحاء مکہ اور منی کے درمیان واقع ہے یعنی قدیم شہر مکہ سے خارج ہے۔

﴿شہر مکہ کے حدود﴾

نبی کریم ﷺ مع صحابۂ کرامؓ حجۃ الوداع کے موقع پر ثنیۃ العلیاء یعنی مکہ کے بالائی حصہ سے جس کے قریب مقبرۂ معلیٰ ہے مکہ میں داخل ہوئے تھے اور ثنیۃ الکدی یعنی مکہ کے زیریں حصہ سے جس کے قریب محلۂ شبیکہ ہے مدینہ منورہ کیلئے نکلے تھے۔ یہ مکہ کی شرعی حد ہے اسلام کے دور اول میں جو زمانۂ رسالت وخلافت راشدہ پر مشتمل ہے شہر مکہ کی کوئی فصیل نہیں تھی اور خیر القرون کے بعد جب فصیل بنائی گئی تو ایک ثنیۃ العلیاء کی جانب تھی جس کے دروازہ کو باب المعلی کہا جاتا تھا اور مقام حجون سے قریب ہے جو خانہ کعبہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے **وکان من البیت علی میل ونصف**

(جزء/۱۷) اور یہاں سے مکہ میں داخل ہونا مستحب ہے۔ **اذا وصلت الی مکة یستحب ان تغتسل وتدخلها نهاراً من باب المعلی** (کتب مناسک) اور ثنیۃ السفلی میں شبیکہ کی جانب فصیل تھی جس کے دروازہ کو باب الشبیکہ کہا جاتا تھا جہاں سے حاجی کے لئے نکلنا مستحب ہے **قال العلامة العینی فیه استحباب الدخول الی مکة من ثنیة العلیا والخروج من السفلی** (جزء/۱۷) اوراگرچہ دونوں جانب کی فصیلیں بھی زمانۂ دراز سے ختم ہوچکی ہیں مگر شہر مکہ کی آبادی خیرالقرون کے بعد بھی کئی صدیوں تک شہر کی فصیل سے متجاوز نہ ہوئی تھی چنانچہ فقہاء ومحدثین کے یہاں مکہ سے منی اور عرفات وغیرہ کی مسافت جو بتائی جاتی ہے وہ مذکورہ بالا حدود شہر سے ہی ہوتی ہے مثلاً مکہ اور منی کے درمیان ایک فرسخ یا تین میل کا فاصلہ ہے (کتب مناسک) ظاہر ہے کہ تین میل کی مسافت ثنیۃ العلیا [مقام حجون] سے ہوسکتی ہے نہ کہ بطحاء سے جہاں حضور ﷺ مع صحابۂ کرامؓ حجۃ الوداع میں مقیم تھے جو شہر مکہ سے خارج تھا پس حضور ﷺ اور صحابۂ کرام کا قیام حدود شہر مکہ سے باہر تھا جیسا کہ سابق میں صریح دلائل سے واضح کیا گیا۔

﴿بطحاء شرعاً مکہ میں داخل ہے﴾

صریح اور صحیح احادیث سے ایک طرف یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ مع صحابۂ کرام کے مقام ابطح میں مکہ سے باہر قیام پذیر تھے اور یہیں سے آپ نے منی کی طرف کوچ فرمایا تھا اور حلال ہونے والے صحابہؓ نے یہیں سے حج کا احرام باندھا تھا اور دوسری طرف یہ بھی صریح اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا قیام مکہ میں تھا اور یوم الترویہ کو فجر کی نماز مکہ میں ادا فرمائی تھی **ان البنی ﷺ دخل مکة صبیحة یوم الرابع من ذی الحجة واقام بها محرما الی یوم الترویة ثم راح الی منی محرماً** [البحر العمیق عن البخاری والنسائی ص۱۳۰۲] اور علامہ زیلعی شارح کنز نقل کرتے ہیں **ان النبی ﷺ صلی الفجر یوم الترویة بمکة** (بحر ۱۴۰۸) نبی کریم ﷺ کے قیام

فی مکہ کی وجہ سے تمام فقہاء ومحدثین کے نزدیک حاجی کے لئے یوم الترویہ کی صبح تک مکہ میں مقیم رہنا سنت ہے اور اس سے پہلے منیٰ جانا خلاف سنت ہے **ویقیم بمکۃ محرماً** [کتب حج ومناسک] اور یوم الترویہ کو طلوع شمس کے بعد مکہ سے خروج کو مستقل سنت قرار دیا گیا ہے اور جو حلال ہو اس کے لئے مکہ ہی سے احرام باندھ کر جانا افضل ہے **ثم الاحرام من مکۃ ھو الافضل** (مناسک) اس سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا قیام مع صحابۂ کرامؓ کے مکہ کی حد میں تھا۔ پس دونوں میں تعارض ظاہر ہے۔

اس کا رفع یہ ہے کہ بطحاء اگرچہ ظاہر میں حدود مکہ سے خارج ہے جیسا کہ مذکور اول دلائل کا تقاضا ہے مگر شرعاً مکہ میں داخل ہے جیسا کہ ثانی الذکر دلائل کا تقاضا ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی حیثیت شارع کی ہے آپ کا فعل بھی حجت شرعی ہے جب ہی تو قیام فی مکۃ اور خروج من مکۃ حاجیوں کیلئے سنت قرار پایا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب بطحاء میں قیام کو داخل مکہ کہا جائے یعنی آپ ﷺ کا بطحاء میں قیام جو کہ فعل شرعی ہے اس نے موضع قیام کو شرعاً مکہ کی حد میں ہونا واضح کر دیا پس بطحاء مشہور حد شہر مکہ سے خارج ہے جیسا کہ قیام بالابطح والی روایات شاہد ہیں اور شرعاً مکہ میں داخل ہے جیسا کہ قیام بمکۃ والی روایات کی شہادت ہے۔

بطحاء کے مکہ کی حد میں ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جمرۂ عقبہ سے جو منیٰ کے بالکل شروع میں ہے مسجد خیف کی مسافت بتاتے ہوئے امام نوویؒ لکھتے ہیں **مسجد الخیف علی اقل من میل ممایلی مکۃ** مسجد خیف مکہ (کے قریب) سے ایک میل سے کم فاصلہ پر ہے اب اگر منیٰ کی ابتداء حدود مکہ یعنی ثنیۃ العلیاء سے تین میل کی مسافت پر ہے تو مسجد خیف حدود مکہ سے ایک میل سے کم فاصلہ پر کیسے ہو سکتی ہے ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں **جمرۃ العقبۃ فی آخر منی ممایلی مکۃ** (مناسک للنووی) یعنی مسجد خیف کی طرف سے جمرۃ العقبہ منیٰ کے اخیر میں مکہ سے قریب واقع ہے اور یہ اسی وقت

ہوگا جب جمرۂ عقبہ اور مکہ میں زیادہ فصل نہ ہو معلوم ہوا کہ بطحاء (شرعاً) مکہ کی حد میں ہے کیونکہ بطحاء اور جمرہ کبری کے درمیان صرف عقبہ حائل ہے اور بطحاء کا ایک سرا عقبہ سے ملتا ہے جسکے کنارے جمرۂ عقبہ ہے اور عقبہ کا طول شمال وجنوب کے پہاڑ سے ملا ہوا ہے یعنی کافی دراز ہے مگر عرض کوئی زیادہ نہیں ہے اور اسی سے متصل منی کی حد ہے۔ پس منی مکہ سے اس قدر قریب ہونے کے باوجود الگ موضع ہے تو معلوم ہوا کہ منی کا موضع آخر ہونا مکہ سے بُعد مسافت یا خارجِ مکہ عدم عمران کی وجہ سے نہیں بلکہ تخلیقی و تشریعی حکمت پر مبنی ہے۔

﴿منی مکہ معظّمہ سے ظاہراً وشرعاً مستقل موضع ہے﴾

مقام ابطح کا ظاہراً حدود مکہ سے خارج ہونا تو بدیہی اور مسلّم ہے لیکن نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے قیام کی وجہ سے بطحاء کو حدود مکہ میں ہونے کی شرعی حیثیت کو ملحوظ رکھا جائے تو ہر دو اعتبار سے منی خارج ہے مکہ مکرمہ سے اور مستقل موضع ہے پس منی کا مکہ سے استقلال فقط ظاہری بُعد مسافت یا عدم عمران کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تحدید الٰہی اور تشریع نبوی نے منی کو مکہ سے خارج اور مستقل موضع کی حیثیت دی ہے جیسا کہ سابقہ ابحاث وحقائق شرعیہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے یہی وجہ ہے خیر القرون اور فقہائے مجتہدین کے زمانہ سے اب تک بالاتفاق منی کو مکہ سے خارج اور مستقل موضع ہی شمار کیا گیا ہے اور تشریع احکام حج کا منشاء بھی یہی ہے اور صاحب فتح القدیر محقق ابن ہمامؒ نے حقائق شرعیہ کے پیش نظر امام محمدؒ کا قول ذکر کر کے بطور نتیجہ مکہ اور منی کے شرعاً موضعین ہونے کی صراحت ووضاحت فرمادی ہے

قال محمد فی الاصل اذا نوی المسافر ان یقیم بمکة ومنی خمسة عشر یوما لایصیر مقیماًفعلم اعتبارهماشرعاً موضعین (فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ ص ۲/۵۴) لھٰذا منی کے حرم میں ہونے کے باوجود ظاہراً ہی نہیں بلکہ شرعاً بھی مکہ سے منی کا مستقل ہونا امر یقینی واجماعی ہے ۔جس طرح حل کا علاقہ مختلف خطوں اور آبادیوں پر مشتمل ہونے کے باوجود اہل میقات کے احرام کے

لئے شرعاً مکان واحد کے حکم میں ہے **ماوراء المیقات الی الحرم مکان واحد** [عنایہ] اسی طرح اس کے برعکس منی حرم میں ہونے کے باوجود مکہ سے تحدید شرعی کی وجہ سے خارج اور مستقل ہے۔ دلائل فقہیہ ''مکہ اور منی دونوں بالذات اصل ہیں'' کے تحت آرہے ہیں۔

﴿تائیدات﴾

(۱) ۸/ ویں ذی الحجہ کو منی کی طرف روانگی ہوتی ہے یہ سنت متوارثہ اور ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے اس کے لئے الخروج الی منی، التوجہ الی منی، الرواح الی منی جیسے الفاظ حدیث وفقہ میں بکثرت آئے ہیں درحقیقت یہاں دو بلکہ تین افعال ہیں ایک ہے الخروج من مکۃ دوسرا ہے ذھاب الی منی اس کے بعد ہے دخول منی۔ ارشاد الساری الی مناسک للقاری میں ہے **لا کلام فی ان الخروج من مکة یوم الترویة سنة** ۔ اسی کے ساتھ یہ صریح مسئلہ فقہاء نے لکھا ہے: **وقد صرحوا بما اذا وافق یومُ الترویة یوم الجمعة له ان یخرج الی منی قبل الزوال لکونه وقت سنة الخروج وعدم وقت وجودِ الجمعه وبعده لایخرج مالم یصل الجمعة لِوجوبها علیه فیکره الخروج قبل ادائها** (مناسک للقاری ۲۶۷) یعنی اگر یوم الترویہ (۸/ ذی الحجہ) جمعہ کے دن آجائے تو حاجی کو چاہئے کہ زوال سے قبل منی کی طرف نکل جائے اسلئے کہ نکلنے کا سنت وقت یہی ہے اور جمعہ کا وقت بھی نہیں ہوا ہے اور زوال کے بعد نہ نکلے جب تک کہ نماز جمعہ ادا نہ کرلے کیونکہ اس پر جمعہ کا وجوب ہو چکا ہے لہذا ادائے جمعہ سے قبل نکلنا مکروہ ہے۔ اور ۸/ ذی الحج کی صبح تک مکہ میں قیام کرنا بھی ایک مستقل سنت ہے اسلئے خروج الی منی کی تعبیر میں خروج من مکہ پہلے متحقق ہوگا بعدہ ذھاب وانتقال پھر دخول منی ہوگا پس لفظ خروج ذھاب کے معنی کو متضمن ہے جس پر حرف ''الی'' دلیل ہے۔ اور یہ حقائق فقہاء ومحدثین کے یہاں مسلم ہیں چنانچہ منی روانگی کے موقع پر ایک اور مستحب کا ذکر کرتے ہوئے مناسک میں لکھا ہے **یستحب ان یکون فی خروجه من مکة ودخوله منی ملبیا**

ًداعیاً ذاکراً [ارشاد ۲٦۸] اورالبحرالعمیق میں ہے ویستحب له المشی من مکة الی منی ۔یعنی مکہ سے نکلنے اور منی میں داخل ہوتے وقت اور درمیانی مسافت طے کرتے وقت تلبیہ اور ذکر و دعاء کا اہتمام مستحب ہے جیسے کہ نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہوتے وقت تکبیرانتقال۔

نیز۱۲ یا ۱۳/ ویں ذی الحج کو رمی جمرات کے بعد مکہ کی طرف کوچ کرنے کو یوم النفر کہا جاتا ہے اور نفرالی مکہ جب ہوگا جب منی مکہ سے خارج ہو اور قدرے فاصلہ پر واقع ہو۔الحاق منی کی صورت میں حج کے لئے جاتے ہوئے دخول منی تو پایا جائیگا ''خروج من مکہ'' شرعاً نہیں پایا جائیگا اور حج سے فراغت پر یعنی رمی جمرات کے بعد'' نفرالی مکہ''نہیں پایا جائیگا پس یہ احکام فقہیہ اور تعبیرات شرعیہ خبر دے رہے ہیں کہ منی شرعاً مکہ سے خارج ہے اور منی کا غیر مکہ ہونا بدیہی ہے جیسا کہ وہ مزدلفہ اور عرفہ سے بھی واقعۃً الگ موضع ہے تو منی کا خارج مکہ ہونا لازم ہے کیونکہ جزء اپنے کل کا مغائر نہیں ہوتا پس دونوں موضع کا شرعاً مستقل ہونا واضح ہوگیا جیسا کہ ابن ہمام نے ذکر کیا ہے۔

(۲) امام مالکؒ کے نزدیک حجاج کیلئے منی ،عرفہ اور مزدلفہ میں قصر کرنا اگر چہ نسک کی وجہ سے مستحب قرار دیا گیا ہے مگر خود صاحب مذہب امام مالکؒ سے صراحت ہے کہ حجاج کیلئے قصر کی وجہ سفر ہے یعنی احرام کی حالت میں مکہ سے منی پھر عرفہ اور وہاں سے مزدلفہ اسکے بعد منی پھر مکہ کوچ کرنا یہ بھی ایک نوع کا سفر ہے،ان الصلوة یوم عرفة انما هی ظهر و لکنها قصر من اجل السفر (موطا مالک ۱۵٦) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ لکھتے ہیں:فهذا نص عنه الا انه عد الذهاب من مکة الی منی ومنها الی عرفه ومنها راجعاً الی المزدلفه ثم الی المنی ثم الی مکة سفرا واحداً للزومه بالاحرام (جزء حجۃ الوداع/۱۰۱)۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقامات مقدسہ شرعاً الگ الگ مواضع ہیں ایک دوسرے کے تابع نہیں ہے۔

﴿شہر کی آبادی میں خارج شہر باغات وکارخانوں کا اعتبار نہیں﴾

شہر کے اطراف میں آبادی سے باہر باغات وکارخانے ہوا کرتے ہیں ان باغات وکارخانوں کا وجود اگر چہ شہر کی آبادی سے متصل ہو اور اہل شہر یعنی کارخانوں کے ذمہ دار اپنے باغات میں سکونت پذیر ہوں یا حفاظت کرنے والا عملہ اور ملازمین رہتے ہوں تب بھی شہر کی آبادی میں انکا اعتبار نہیں ہوگا و **لا تعتبر البساتين من عمران المدينة وان كانت متصلة ببنائها ولو سكنها اهل البلدة في جميع السنة او بعضها ولا يعتبر سكنى الحفظة والاكرة اتفاقا** (مراقی الفلاح ۲۳۱) **بخلاف البساتين ولو متصلة بالبناء لانها ليست من البلدة** (شامی عن الامداد ۲/۱۲۱) پس مکۃ المکرّمہ کی بڑھتی ہوئی آبادی میں جو منی سے قریب ہو چکی ہے جیسا کہ فقیہ عصر حضرت مولانا یوسف بنوریؒ نے ذکر کیا ہے:: **تعمر ايام الموسم وتخلو بقية السنة الالمن يحفظها هكذا كانت قرية منى غير ان الآن قد اتصلت ابنية مكة بها و بنيت فيها للسكنى وللحجاج في الموسم** (معارف ۶/۱۹۳) پس اگر مکہ اور منی کے درمیان واقع باغات وکارخانوں میں محافظین یا ملازمین بلکہ انکے مالکین اہل شہر رہتے ہیں یا رہائشی مکانات میں قیام پذیر لوگ متوطن نہیں ہیں تو پھر مذکورہ بالا جزئیہ کے پیش نظر چونکہ اصل آبادی شہر میں انکا اعتبار نہیں ہے تو واقعۃً اتصال آبادی نہ پائے جانے کی وجہ سے حساً بھی منی مکہ کے تابع نہ ہو سکے گا اور علی سبیل التسلیم تابع مکہ ہونا امر مشکوک رہے گا جب کہ منی کا مستقل اور غیر مکہ ہونا شرعاً امر یقینی ہے اور **اليقين لايزول بالشک۔**

﴿حیثیت شرعی کا اعتبار ہوگا نہ کہ امر حسی کا﴾

اور اگر خارج شہر آباد ہونے والے متوطن ہیں اور اپنے رہائشی مکانات میں مستقل رہتے ہیں تو آبادی میں اگر چہ انکا اعتبار ہوگا لیکن منی پھر بھی الگ ہی کہلائے گا کیونکہ منی کا استقلال محض حسی اور ظاہری نہیں ہے کہ آبادی کی وجہ سے فاصلہ ختم ہو جانے سے منی کا انفراد واستقلال ختم ہو جائے اور

تابع شہر ہوکر فی موضع واحد کہلائے بلکہ منی تشریع الٰہی کی وجہ سے موضع مستقل ہے جو بُعد مسافت یا عدم عمران پر موقوف نہیں ہے۔لہذا اس اتصال آبادی کی وجہ سے استقلالِ شرعی میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوگا زیادہ سے زیادہ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ظاہر کا تقاضا ہے کہ منی تابع شہر قرار دیا جائے اور حیثیت شرعی متقاضی ہے کہ منی تا قیامت الگ رہے ایسے تقابل کے موقع پر اہل علم جانتے ہیں کہ امر شرعی کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ امر ظاہر کا فقہ میں اسکی سینکڑوں مثالیں پائی جاتی ہیں۔

﴿فناء کی بحث﴾

﴿فنائے مصر کی تعریف﴾

فناء کسے کہتے ہیں؟ **فناء الدار ما امتد من جوانبها** (مختار الصحاح ۲۴۳) فناء کے لغوی معنی مکان کے اطراف کا پھیلا ہوا حصہ یعنی صحن یا کھلی جگہ جیسے گھر کا باڑا، مسجد کا صحن حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: **رأیت رسول اللہ ﷺ :قاعداً فی فناء الکعبۃ** میں نے حضور ﷺ کو کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور اصطلاح فقہ میں خارج شہر کے کسی موضع کے فناء ہونے کیلئے ''اعداد لمصالح المصر'' ہونا ضروری ہے کیونکہ فناء کی تعریف جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے وہ یہ ہے ''**فقد نص الائمۃ علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی وحوائج المصر کرکض الخیل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذالک** (شامی بحوالہ تحفۃ اعیان الغنیٰ) مردوں کو دفن کرنا، گھوڑا وغیرہ دوڑانا، لشکر کو تمرین وتدریب کیلئے جمع کرنا اور تیراندازی وغیرہ کیلئے جو جگہ مختص اور مہیا کی جاتی ہے اسے فناء کہتے ہیں خواہ وہ جگہ شہر سے متصل ہو یا منفصل پس خارج مصر مصالح شہر کیلئے جو جگہ مختص کی گئی ہو وہ فنائے مصر ہے اور اقامت جمعہ وعیدین بھی شہر کے مصالح میں سے ہے اسی وجہ سے (مصلّٰی العید) بھی فناء میں داخل ہے۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ لکھتے ہیں: فقہاء کے نزدیک ''فنائے مصر'' مستقل اصطلاح ہے فنائے مصر سے مراد شہر کے مضافاتی علاقے ہیں جن میں شہر کی مصالح اور ضروریات کا نظم

کیا گیا ہو (قاموس الفقہ ۴۵۸/۴عن مراقی الفلاح)

﴿فناء کی تقدیر وتحدید﴾

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں ''**اعلم ان بعض المحققین اطلق الفناء عن تقدیر بمسافه وکذ امحرر المذهب الامام محمد وبعضهم قدره بها**'' کہ بعض محققین نے فناء کوکسی مسافت کے ساتھ مقدر نہیں کیا ہے اسی طرح مذھب حنفی کی تنقیح کرنے والے امام محمد نے بھی مطلق رکھا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور بعض محققین نے ایک مقدار مسافت کے ساتھ محدود و متعین کیا ہے............آگے فرماتے ہیں ''**والتعریف احسن من التحدید لانه لا یوجد ذالک فی کل مصر وانما هو بحسب کبر المصر وصغره فالقول با لتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر** (شامی ۲/۱۳۹) یعنی خارج مصر فناء قرار دینے کیلئے اس موضع کوکسی مخصوص مقدار مسافت کے ساتھ محدود کرنے سے بہتر اسکی وہ تعریف ہے جس پر ائمہ کا اتفاق ہے اسلئے کہ کوئی معین مسافت ہر شہر کے فناء میں نہیں پائی جاتی بلکہ مختلف شہروں کے فناء شہر کے بڑے چھوٹے ہونے کے اعتبار سے مختلف مسافت پر ہوا کرتے ہیں لہذا تحدید وتقدیر کا قول متفق علیہ تعریف کے خلاف ہے۔

﴿توابع مصر کی تفسیر﴾

خارج مصر چاہے وہ فناء ہو یا مصلی یا قریہ۔ یہ شہر کے تابع کب کہلائے گا اسمیں فقہاء کا اختلاف ہے۔**واما تفسیر توابع المصر فقد اختلفوا فیه (۱)عن ابی یوسف ان المعتبر فیه سماع النداء کان موضعا یسمع فیه النداء من المصر فهو من توابع المصر والا فلا** ۔جوجگہ شہر سے خارج ایسے موقع پر ہوکہ شہر کی اذان جمعہ سنائی دیتی ہےتو وہ جگہ تابع مصر ہے ورنہ نہیں۔

(۲) **عن ابی یوسف کل قریه متصلة بر بض المصر فهی من توابعه وان لم تکن متصلة بالربض فلیست من توابع المصر** ۔ ہروہ قریہ جوربض مصر اطراف شہر سے متصل ہوتو وہ توابع مصر میں سے ہےاوراگرربض مصر سے متصل نہیں ہےتو وہ تابع نہیں ہے۔

(۳) **قال بعضهم ماکا ن خارجاً عن عمران المصر فلیس من توابعه** ۔جوجگہ شہر کی آبادی سے خارج ہےوہ توابع مصر سے نہیں ہے۔(۴)**قال بعضهم المعتبر فیه قد رمیل** .(۵) **وقال بعضهم ان کان قد رمیل اومیلین فهو من توابع المصر والا فلا** . خارج مصرجو مقام ایک یادومیل کے فاصلہ پرہووہ توابع مصر میں سے ہےورنہ نہیں۔(٦) **بعضهم قد ره بستة امیال** .(۷) **ومالک قدره بثلثه امیال** .(۸) **عن الحسن البصری انها تجب فی اربع فراسخ**(۹)**قال بعضهم ان امکنه ان یحضر الجمعه ویبیت باهله عن غیر تکلف تجب علیه الجمعه والا فلا وهذا حسن** ۔(بدائع ۱/۲٦۰)۔شہر سے باہرکوئی شخص ایسی جگہ رہتا ہوکہ وہ جمعہ میں حاضر ہواور بلاتکلف واپس اپنے گھر والوں کےساتھ رات گذار سکےتو ایسے شخص پر جمعہ واجب ہےورنہ نہیں۔

توابع مصر کے بارے میں فقہاء کا یہ اختلاف دراصل خارج مصر رہنے والے پرشہود جمعہ فی المصر کب واجب ہوگا اورکب نہیں اسکے سلسلہ میں ہےعلامہ ابن نجیم مصری صاحب البحرالرائق لکھتے ہیں:**واختلفو ا فیما یکون من توابع المصر فی حق وجوب الجمعه علی اهله** (بحر الرائق ۲/۱۴۱)

﴿خارج مصرشہود جمعہ کن پرواجب ہے﴾

علامہ سرخسی لکھتے ہیں(۱)**ثم فی ظاهر الروایة لا تجب الا علی من سکن المصر والاَرُیاف المتصله بالمصر**: جمعہ ان لوگوں پرواجب ہےجوشہرمین رہتے ہیں یا شہر سے متصل

مضافات میں ۔(۲)عن ابی یوسف ان کل من سمع النداء من اھل القری القریبة من المصر فعلیه ان یشھدھا وھو قول الشافعی ۔شہر سے قریب بستی والے جو جمعہ کی اذان سنتے ہیں ان پر شہود جمعہ فی المصر واجب ہے۔(۳)وقال مالک من سکن من المصر علی ثلثه امیال او دونھا فعلیه ان یشھد ھا ،جولوگ شہر سے تین میل یا اس سے کم فاصلہ پر رہتے ہیں ان پر شہود جمعہ واجب ہے(۴)وقال الاوزاعی من کان یمکنه ان یشھدھا ویرجع الی اھله قبل اللیل فعلیه ان یشھدھا ۔شہر سے باہر رہنے والوں میں جس کے لئے یہ ممکن ہو کہ شہر میں نماز جمعہ کیلئے حاضر ہو اور واپس وہ اپنے گھر لوٹ آئے رات ہونے سے پہلے تو ان پر شہود جمعہ واجب ہے۔(۵)والصحیح ما قلناان کل موضع یسکنه من اذا خرج من المصر مسافراً فوصل الی ذالک الموضع کان له ان یصلی صلوة المسافر فلیس علیه ان یشھدھا لان مسکنه لیس من المصر (مبسوط۲/۲۴)اور صحیح وہ ہے جو ہم نے کہا کہ:ایسی جگہ کا رہنے والا کہ جب کوئی شخص شہر سے بارادۂ سفر نکلے اور اس جگہ تک پہنچے تو وہ قصر نماز پڑھ سکتا ہے پس ایسے موضع میں رہنے والے پر شہود جمعہ واجب نہیں ہے۔

محدث کبیر فقیہ العصر علامہ یوسف بنوریؒ حدیث ''الجمعہ علی من آواہ اللیل'' کے تحت رقم طراز ہیں کہ یہاں دو مسئلے ہیں دونوں کو خلط نہیں کرنا چاہئے ایک ہے صحت ادائے جمعہ شہر یا قریہ کبیرہ کے ساتھ خاص ہے یا نہیں، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ شہر کے علاوہ رہنے والوں پر شہود جمعہ کا واجب ہونا:اس دوسرے مسئلہ میں مشائخ کے ۸/ اقوال ہیں۔ھھنا مسئلتان ینبغی اَن لا یخلط بینھما ویعلم کل واحدة علی حیالھا الاولی بیان موضع صحة صلاة الجمعة و تعیینه ھل ھو المصر اوالقریة الکبیرہ کما ھو عندنا او لا یختص بھما کما ذھب الیه غیرنا من الائمة.والثانیة بیان من یجب علیه شھود صلوة الجمعه ممن یسکن فی غیر المصر

ای فی ای مقدار من المسافة یجب علیه الحضور لصلاۃ الجمعة فی المصر وموضوع حدیث الباب هی المسأ له الثانیة فاعلم ان فی الثانیة اقوال ثمانیة لمشائخنا ذکر ها الشرنبلالی فی رسالته المختصة بها وهو تحفة اعیان الغنٰی بصحة الجمعةِ والعیدین فی الفناء(معارف السنن۴/۳۴۴)۔

مضافات متصلہ ہی تابع شہر ہیں

بدائع ومبسوط اور معارف کی عبارتوں کو دیکھئے جو اقوال واختلاف توابع مصر کے بارے میں منقول ہے اسی طرح کے اقوال شہر سے باہر رہنے والوں پر وجوب جمعہ کے سلسلہ میں ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ خارج مصر وہ جگہ حکماً شہر کے تابع ہوگی جہاں کے رہنے والے پر شہود جمعہ فی المصر واجب ہے اور یہ جب ہی ہوگا جب وہ جگہ شہر سے متصل ہو، اسی لئے متعدد اقوال ہونے کے باوجود قابل اعتماد ،مختار اور راجح یہی ہے کہ خارج مصر جو موضع شہر سے متصل ہے تو اہل موضع پر جمعہ واجب ہے :ومن کا ن مقیمابموضع بینه وبین المصر فرجةمن المزارع والمراعی نحو القلع ببخارا لاجمعة علی اهل ذالک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشی هکذا فی الخلاصة وهکذا روی الفقیه ابو جعفر عن ابی یوسف وهو اختیار شمس الائمه الحلوانی کذافی فتاوی قاضی خان (عالمگیری۱۴۵/۱،کذافی فتاوی تاتارخانیہ۲/۴۳)یعنی خارج شہر رہنے والے اور شہر کے درمیان کھیت یا چراگاہ کا فاصلہ ہے تو اس جگہ کے باشندوں پر جمعہ واجب نہیں ہے یعنی وہ موضع تابع شہر نہیں ہوگا اور اس سلسلہ میں غلوۃ یا میل وغیرہ کے تحدید کا اعتبار نہیں ہے. ومن کان مقیماً فی اطراف المصر لیس بینه و بین المصر فرجة بل الابنیة متصلة الیه فعلیه الجمعة وان کان بینه و بین المصر فرجة من المزارع و المراعی فلا جمعة علیه وان کان یسمع النداء ...... (کبیری شرح منیۃ

المصلی۵۵۲)(قولہ یلحق الفناء بالمصر)ومن المشائخ من منع الجمعة فیه اذا کا ن منقطعاًعن العمران وھو المعول علیه (طحطاوی علی المراقی۲۲۱)ولا یجب علی من کان خارجه ولو سمع النداء من المصر سواء کان قریباً من المصر او بعیداًعلی الاصح فلا یعمل بما قیل و ان صحح(مراقی ۲۷۴)قال فی شرح التنبیه قد علمت بنص الحدیث والاثر والروایة عن ائمتنا ابی حنیفة و صاحبیه واختیارالمحققین من اھل الترجیح انه لا عبرة ببلوغ النداء ولا بالغلوة والامیال وانه لیس بشئی فلا علیک من مخالفة غیره وان ذکر تصحیحه(طحطاوی علی المراقی۲۷۵)

﴿فناء کا الحاق برائے صحت جمعہ ہے﴾

خارج مصر جمعہ سے متعلق دو مسئلوں میں سے ایک خارج مصر رہنے والوں پر شہود جمعہ فی المصر کا وجوب کب ہے پہلے گذر چکا دوسرا مسئلہ ہے خارج مصر اقامت جمعہ کا صحیح ہونا اس سلسلہ میں خارج مصر اگر فناء ہے تو چونکہ فناء حوائج بلد کے لئے مختص ہوتا ہے اسلئے ادائے جمعہ کے بارے میں وہ شہر سے ملحق کہلاتا ہے لہذا فناء کے ثبوت کے بعد شہر سے فاصلہ کا اختلاف جو بھی ہو فناء کا الحاق صحت جمعہ کیلئے ہے نہ کہ قصر واتمام کیلئے۔علامہ عینی فرماتے ہیں (۱) :قلت فناء المصر انما الحق به فیما کان من حوائج اھله والجمعة والعیدین من حوائج اھله وقصر الصلوة لیس منھا (بنایہ شرح ھدایہ للعینی ۲/۱۷)اورعلامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:(۲) وذکر فی غایة البیان : ان فناء المصر ملحق به فی وجوب الجمعه لا فی اتمام الصلوة بدلیل انه یقصر الصلوة فیه ذھابا وایاباً (بحرالرائق ۲/۱۴۱)(۳) ولایلحق فنا ء المصر بالمصر فی حق السفر ویلحق الفناء بالمصر لصحة صلاة الجمعة ،والفرق ان الجمعة من مصالح المصر و فناء المصر ملحق بالمصر فیما ھو من حوائج المصر وادا ء الجمعةمنھا وقصر الصلاة

ليس من حوائج اهل المصر فلا يلحق فناء المصر بالمصر فی حق هذا الحكم(مراقی

﴿قصر واتمام کا تعلق فنائے متصلہ سے ہے﴾

اوراگر فناء شہر سے متصل ہے تو تابع شہر ہونے کی وجہ سے قصر واتمام کا بھی تعلق فناء سے ہوگا

علامہ شامی لکھتے ہیں: واما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى والقاء التراب ،فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا . كما يأتى بخلاف الجمعه فتصح اقامتها فى الفناء ولو منفصلاً بمزارعَ لان الجمعة من مصالح البلد بخلاف السفر كما حققه الشرنبلالى فى رسالته (رد المحتار ۲/۱۲۱مطبوع کراچی) واما فناء المصر فان كان بينه وبينه اقل من غلوة وليس بينهما مزرعة تعتبر مجاوزته ايضاً والا فلا (حلبی ۵۳۷) یعنی فناء اگر شہر سے متصل ہے تو سفر کے تحقق کیلئے فناء سے تجاوز کا اعتبار ہوگا اور اگر غلوۃ یا کھیت کے بقدر منفصل ہے تو مجاوزت فناء کا اعتبار نہ ہوگا یعنی شہر کی حد سے نکلتے ہی مسافر بن جائے گا اگر چہ فناء سے نہ گزرا ہو بخلاف جمعہ کے کہ اقامت جمعہ فناء شہر میں درست ہے اگر چہ وہ منفصل ہو اسلئے کہ جمعہ مصالح شہر میں سے ہے نہ کہ سفر اور جب فناء تابع شہر نہیں ہے تو ایسی جگہ سے تجاوز (پار ہونا، گذر جانا) سفر کے تحقق کیلئے معتبر نہیں خواہ وہ جگہ قریۂ صغیرہ ہو یا فنائے منفصلہ۔ فتاوی قاضیخان میں ہے. وهل يعتبر مجاوزة الفناء ؟ان كان بين المصر و فنائه اقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء ايضاً وان كان بينهما مزرعة او كانت المسافة بين المصر و فنائه قدر غلوة يعتبر مجاوزة العمران ولا يعتبر مجاوزة الفناء وكذالک الانفصال بين القريتين او بين قرية و مصر (فتاوی قاضی خان ۱/۱۶۵، علی هامش العالمگیری)۔ ومن مشائخنا من اعتبر مجاوزة فناء المصر ان كان بين المصر وبين فنائه اقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء

وان كان بينهما مزرعة او كانت المسافة بين المصر وفنائه قدر غلوة لاتعتبر مجاوزة الفناء (تاتارخانیہ ۲/۸ طبع بیروت)**.وان انفصل الفناء بمزرعة او فضاء قدر غلوة وتقدم انها من ثلثمائة الى اربع مائة لا يشترط مجاوزته** (مراقی ۲۳۰)

﴿خلاصۂ بحث﴾

سابقہ تفصیلات سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ اطراف شہر کا جو حصہ شہر کی آبادی سے غلوہ یا کھیت کے بقدر فاصلہ پر ہوتو وہ منفصل ہے اور وہ تابع شہر نہیں ہے پس خارج شہر جو فناء یا قریہ شہر سے متصل ہے یعنی دونوں کے درمیان نہ مزرعہ حائل ہے اور نہ خالی زمین میں غلوہ کا فاصلہ ہے۔ تو وہ واقعۂ شہر کے تابع ہے ان پر شہود جمعہ فی المصر بھی واجب ہے اور ایسے موضع میں ادائے جمعہ بھی صحیح ہے اور تابع شہر ہونے کی وجہ سے حکماً موضع واحد ہے اسلئے تحقق سفر کیلئے ایسے مضافات متصلہ سے تجاوز بھی ضروری ہے **من كان فى اطراف المصر ليس بينه وبين المصر فرجةفعليه الجمعة وان كان بينهما مزارع او مرعى لا جمعة عليه** (مختارات النوازل ۱/۳۸۵)**وان كان احدهما تبعا للآخر بان كان قريبا من المصر بحيث تجب الجمعة على ساكنيه فانه يصير مقيماً فيها بدخول احدهما ايهما كان لانهما فى الحكم كموطن واحد** (مجمع الانہر ۱/۲۴۱/ النہر الفائق ۱/۳۴۶) اور اگر فناء متصل نہیں ہے تو وہ تابع شہر نہیں ہے لہذا اہل فناء پر شہود جمعہ فی المصر واجب نہیں ہے اور قصر واتمام کے سلسلہ میں وہ شہر سے الگ موضع ہے۔ البتہ اقامت جمعہ فنائے منفصلہ میں بھی صحیح ہے کیونکہ ادائے جمعہ مصالح مصر میں سے ہے اور قصر صلوۃ شہر کے مصالح میں سے نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ صحت ادائے جمعہ کا مناط و مدار مصر یا فنائے مصر ہونا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ موضع واحد ہو یا موضعین۔ **وفى البحر :لو كان الموضعان من مصر واحد او قرية واحدة فانها صحيحة لانهما متحدان حكماً الا ترى انه لو خرج اليه مسافر لم يقصر** (ردالمحتار)

جب کہ مسافر کیلئے نیتِ اقامت کے صحیح ہونے کا مدار صالح مقام کے تو حد پر ہے قطع نظر اس سے کہ وہ مقام مصر ہو یا قریہ پس جہاں نیت اقامت معتبر ہے ضروری نہیں کہ وہاں جمعہ بھی صحیح ہو جیسے قریہ صغیرہ ۔اور جہاں جمعہ درست ہوتی ہے ضروری نہیں کہ وہ شہر کے حکم میں ہو یعنی ممکن ہے وہ جگہ شہر سے الگ ہو جیسے فنائے منفصلہ ۔

﴿منی کے استقلال کا بیان﴾

فناء سے متعلق شریعت کا عام ضابطہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا البتہ منی کی حیثیت عام مضافات شہر سے بالکل الگ ہے کیونکہ تکوینی طور پر منی حرم کا حصہ ہے اور تشریعی طور پر منی حرم مکہ سے الگ موضع ہے۔لیکن کیا منی کو فنائے مکہ قرار دے کر تابع شہر کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿مِنی اصطلاحاً فنائے مکہ نہیں ہے﴾

منی اپنے رقبہ کے محدود ہونے اور مناسک حج کے ساتھ مخصوص ہونے کے بعد محض اسلئے کہ وہ مکہ سے قریب ہے کیا اس پر فنائے مصر کی تعریف صادق آتی ہے؟ فناء کی اصطلاحی تعریف جو فقہاء کے یہاں مسلم ہے شامی کے حوالہ سے پہلے گذر چکی ہے مزید براں **وفی الخانیه فناء المصر هو الموضع المعد لمصالح المصر المتصل به** (تاتارخانیہ ۲/۴۱،عالمگیری ۱/۱۴۵،حلبی ۵۵۱) ہے ظاہر ہے کہ جن مصالح شہر کو فقہاء نے ذکر کیا ہے یعنی گھوڑوں کی تضمیر ،لشکر کی تمرین ،مردوں کی تدفین ،تیراندازی اور کوڑا کرکٹ کا ڈالنا وغیرہ رفاہی امور برائے شہر وہ منی میں نہیں پائے جاتے اور جن امور کے لئے منی مختص کیا گیا ہے یعنی بعض مناسکِ حج وہ مصالح مصر نہیں ہے۔پس منی **مکان معد لمصالح المصر** نہیں ہے بلکہ اعداد الٰہی کی وجہ سے **مکان معد لمناسکِ الحج** ہے پس حق بات یہ ہے کہ منی پر فناء کی اصطلاحی تعریف بالکل صادق نہیں آتی ۔اسلئے منی کو عرفاً فنائے مکہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

﴿منی کوفناء کہے جانے کی وجہ﴾

پھر وہ کونسا معنی ہے؟ جسکی وجہ سے منی کو فنائے مکہ بھی کہا گیا ہے، **المسجد الحرام بمنزلة الفناء للكعبة والحرم بمنزلة الفناء لمكة** (مبسوط سرخسی) یعنی مسجد حرام عین کعبہ کیلئے فناء کے درجہ میں ہے اور حرم (جس میں منی اور مزدلفہ بھی ہے) مکہ کے لئے بمنزلہ فناء کے ہے تو اسکا جواب یہ ہے **اعلم ان البيت لما كا ن معظماً مشرفاً جعل له حصن وهو مكه وحمى وهو الحرم وللحرم حرم وهو المواقيت حتى لايجوز لمن دونه ان يتجاوزه الا بالاحرام تعظيماً للبيت** (عنایہ علی ھامش الفتح ۲/۲۴۵) **ووجوب الاحرام على من يريد الحج والعمرة عند دخول مكة لاظهار شرف تلك البقعة** (مبسوط ۴/۱۶۷) اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم بیت اللہ اور تعظیم مسجد حرام کیلئے پورے حرم کو محترم قرار دیا گیا جو بمنزلہ فنائے مسجد کے ہے جیسے مسجد کی تعظیم میں صحن مسجد کو بھی جب کہ مسجد شرعی سے خارج ہو ادباً واحتراماً مسجد کہا جاتا ہے۔ لہذا اس سے اصطلاحاً منی کا فنائے مکہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور اگر عصری تقاضوں کے مطابق مستشفی (اسپتال) وغیرہ منی کے حدود میں تعمیر کئے گئے ہیں تب بھی اس سے منی کو اصطلاحی فنائے شہر (مکہ) قرار دینا صحیح نہیں ہے اسلئے کہ ''اعداد لمصالح المصر'' نہیں پایا گیا کیونکہ شارع حقیقی اللہ تعالی نے منی کو بعض مناسک کیلئے نزول قرآن کے وقت سے ہی مختص کر دیا ہے پس موضع منی کا ''معد لمناسک الحج'' ہونا تا قیامت رہے گا لہذا صدیوں کے بعد بعض مصالح شہر کے احداث سے منی کے اعداد الٰہی میں کوئی تغیر نہیں ہوگا کیونکہ مستشفی وغیرہ مثلاً آج ہے کل نہ رہے جیسے منی میں بہت سے لوگوں نے رہائشی مکانات بنائے تھے حکومتِ وقت نے اسے ختم کر دیا اور واقعہ یہ ہے کہ جن مصالح عصریہ کا وجود منی میں نظر آتا ہے وہ اصالۃً حجاج ومعتمرین کی خدمت کی غرض سے مہیا کی گئی ہیں اور تبعاً اہل مکہ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر انکا

استعمال زائرین بیت اللہ ہی کیلئے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ منی مشاعر مقدسہ میں ہونے کی وجہ سے اسکی شان عام فنائے مصر سے بالکل الگ ہے۔

﴿منی میں صحت ادائے جمعہ کی بناء﴾

منی جب حقیقتاً واصطلاحاً فناء نہیں ہے بلکہ موضع عبادت ہے البتہ قلیل آبادی ہونے کی وجہ سے منی قریہ صغیرہ بھی ہے جیسا کہ اکثر فقہاء نے لکھا ہے اور قریہ صغیرہ میں احناف کے نزدیک جمعہ درست نہیں ہے مگر ایام حج میں منی کی حیثیت شہر کی ہوجاتی ہے خصوصا جبکہ خلیفۃ المسلمین یا امیر حجاز یا امیر مکہ حاجیوں کے ساتھ ہو لہذا مصر بن جانے کی وجہ سے اقامت جمعہ فی المنی درست ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک لیکن امام محمد فرماتے ہیں کہ منی کا ایام حج میں مصر جامع ہونا یقینی نہیں ہے بلکہ وہ قریہ ہی ہے اسلئے ادائے جمعہ درست نہیں ہے **جازت بمنی فی الموسم للخلیفة او لامیر الحجاز ...... ولا تجوز فی غیر هذه الایام کذافی محیط السرخسی** (عالمگیری ۱/۱۴۵) **وتجوز اقامتها بمنی فی ایام الموسم اذا کان الامیر امیر الحجاز او کان الخلیفة هناک عند ابی حنیفة وابی یوسف خلافاً لمحمد لانها تتمصر اذ ذاک** (حلبی ۵۵۱، تاتارخانیہ ۲/۴۲)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اختلاف کی بناء یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک منی توابع مکہ میں سے ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک توابع میں سے نہیں ہے لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں ہے۔ **ویتصل بهذا اقامة الجمعة فی ایام الموسم بمنی .قال بعض مشائخنا ان الخلاف بین اصحابنا فی هذا بناءً علی ان منی من توابع مکة عندهما و عند محمد لیس من توابعها وهذا غیر سدید ...... والصحیح ان الخلاف فیه بناءً علی ان المصر الجامع شرط عندنا الا ان محمداً یقول اِن منی لیس بمصر جامع بل هو قریة فلا تجوز الجمعة بها کما**

لا تجوز بعرفات وهما يقولون انها تتمصر فی ایام الموسم(بدائع ۱/۲۶۰)

بعض حضرات نے کہا منی میں جمعہ پورے سال جائز ہے اسلئے کہ منی فنائے مکہ میں سے ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے **واختلفوا فی بناء الخلاف فقیل مبنی علی انها من توابع مكة عندهما خلافاله...... والصحيح انه مبنی علی انها تتمصر فی ایام الموسم .وقيل تجوز فی جميع الایام لان منی من فناء مكه ،وقد علمتَ فسادَ کو نها من فناء مكه وانما لا تقام صلاة العيد بمنی اتفاقاً للتخفيف**(بحرالرائق ۲/۱۴۲)

﴿اقامت کی نیت فی موضع واحد شرط ہے﴾

مسافر کیلئے اقامت کی نیت کا موضع واحد میں ہونا شرط ہے خواہ حقیقتاً واحد ہو یا حکماً قطع نظر اس سے کہ وہ جگہ شہر ہو یا قریہ صغیرہ البتہ وہ جگہ صالح للا قامۃ ہو۔

(۱)وفی المجتبی والنية تؤثر بخمس شرائط احدها ترک السیر حتی لو نوی الاقامة وهو يسير لم يصح ،ثانيها صلاحية الموضع حتی لو اقام فی بحراوفی جزيرة لم يصح ،ثالثها اتحاد الموضع .رابعها المدة .خامسها الاستقلال با لرای .(البحرالرائق باب صلوۃ المسافر وکذا فی الہندیہ ص ۱۳۹ ج ۱)

(۲)ثم لا يزال المسافر على حكم السفر حتی يدخل وطنه او ينوی اقامة خمسة عشر يوماً بموضع واحد من مصر او قرية غير وطنه(الحلبی ۵۳۹)

(۳)او ينوی اقامة نصف شهر ببلدة او قرية واحدة (النقایۃ باب صلوۃ المسافر ص ۱/۳۸۰)

(۴)الثالث ان يكون الموضع الذی نوی الاقامة فيه واحداً فلو نوی الاقامة فی بلدتين لم يعين احداهما لم تصح نيته(الفقہ علی مذاھب الاربع)۔

(۵)واما اتحاد المكان فالشرط نية مدة الاقامة فى مكان واحد لان الاقامة قرار والانتقال يضاده ولا بد من الانتقال فى مكانين ،واذا عرفت هذا فنقول اذا نوى المسافر الاقامة خمسة عشر يوماً فى موضعين فان كان مصراًاو قريةًواحدةً صار مقيماً لانهما متحدان حكماً الا يرى انه لو خرج اليه مسافراًلم يقصر فقد وجد الشرط وهو نية كمال مدة الاقامة فى مكان واحد فصار مقيماً وان كان مصرين نحو مكة و منى او الكوفة و الحيرة اوقريتين او احدهما مصروالآخر قرية لا يصير مقيماً لانهما مكانان متباينان حقيقةًو حكماًالا ترى انه لو خرج اليه المسافر يقصر فلم يوجد الشرط ...... (بدائع ۱/۹۸)۔

﴿دو مستقل موضع میں نیت اقامت معتبر نہیں﴾

اوراگر مدتِ اقامت کی نیت دو موضع میں ہے اور وہ دونوں اصلاً الگ ہیں تو نیت اقامت معتبر نہ ہوگی خواہ موضع کا الگ ہونا حسی اور واقعی طور پر ہو جیسے عام بلاد وقُری یا شرعی طور پر ہو جیسے مکہ کے مقابلہ میں منی ومزدلفہ اسی وجہ سے مسافر حاجی جب مکہ پہنچتا ہے تو اقامت کے معتبر ہونے کیلئے ضروری ہے کہ مدت اقامت خروج الی منی سے قبل ہو یہ ضابطہ ائمۂ مجتہدین اور فقہاء ومحدثین کے نزدیک بالکل مسلم ہے۔حافظ العصر ابن حجر عسقلانی نے باب کم اقام النبی ﷺ فی حجة ترجمۃ الباب کا مقصد ان الفاظ میں ذکر کیا ہے. المقصود بهذه الترجمةبيان ما تقدم من ان المحقق فيه نية الاقامة هى مدة المقام بمكة قبل الخروج الى منى (فتح الباری ۲۷۳/۳)

(۱)ولو نوى الا قامة خمسة عشر يوماً فى موضعين فان كان كل منهما اصلاً بنفسه نحومكه و منى والكوفه و الحيرة لايصير مقيماً وان كان احدهما تبعاً للاخر حتى تجب الجمعة على سكانها يصير مقيماً (فتاوی ہندیہ ۱/۱۴۰)

(۲) .الكوفى اذا نوى الاقامة بمكة ومنى خمسة عشر يوماً لم يكن مقيماً وان لم يكن بينهمامسيرة سفر لانه لم ينو الاقامة فى احدهماخمسة عشر يوماً (فتاوی قاضی خان علی ہامش العالمگیری۱/۱٦٦)۔

(۳)فان نوى المسافر الاقامة فى موطنين خمسة عشر يوماً نحو مكة و منى او الكوفة والحيره لم يصر مقيماً(تاتارخانیہ)

(۴)فتاوی سراجیہ میں ہے: رجل قدم مكة حاجافى عشر الاضحى وهو يريد ان يقيم سنة فانه يصلى ركعتين حتى يرجع من منى لان نية الاقامة فى الحال لا يعتبر بها لانه يحتاج الى ان يخرج الى منى لقضاء المناسك فصار بمنزلة نية الاقامة فى غير موضعها فاذا خرج من منى صلى اربعاً(فتاوی سراجیہ ص۷۷)۔

(۵)واما اتحاد المكان فالشرط نية مدة الاقامة فى مكان واحد لان الاقامة قرار والانتقال يضاده ولا بد من الانتقال فى مكانين ،واذا عرفت هذا فنقول اذا نوى المسافر الاقامة خمسة عشر يوماً فى موضعين فان كان مصراًاو قريةًواحدةً صار مقيماً لانهما متحدان حكماً الا يرى انه لو خرج اليه مسافراًلم يقصر فقد وجد الشرط وهو نية كمال مدة الاقامة فى مكان واحد فصار مقيماً وان كان مصرين نحو مكة و منى او الكوفة و الحيرة اوقريتين او احدهما مصروالآخر قرية لا يصير مقيماً لانهما مكانان متباينان حقيقةًو حكماًالا ترى انه لو خرج اليه المسافر يقصر فلم يوجد الشرط ...... (بدائع ۱/۹۸)۔

(٦)وذكر فى كتاب المناسك ان الحاج اذا دخل مكة فى ايام العشر ونوى الاقامةخمسة عشر يوماًاو دخل قبل ايام العشر لكن بقى الى يوم التروية اقل

من خمسة عشر يوماً ونوی الاقامة لا يصح لانه لابد له من الخروج الی عرفات فلا تتحقق نية اقامته خمسة عشر يوماً فلايصح (مناسک للقاری ۲۷۶، البحر العمیق ۱۴۲۰)

﴿مکہ اور منی دونوں بالذات اصل ہیں﴾

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہوگیا کہ منی مکہ سے الگ موضع ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان دونوں جگہوں کا اصل ہونا انسان کی تجویز وتعیین سے ہرگز نہیں ہے بلکہ خالق وشارع کی طرف سے بذریعہ وحی تحدید وتخصیص کے ذریعہ ہے، پس دونوں شرعاً بھی الگ ہوئے چنانچہ اسکے منفرد ومستقل ہونے پر فقہاء محدثین اور جمہور علمائے امت کا اجماع واتفاق ہے اسی وجہ سے فقہاء نے مکہ اور منی کو ملا کر نیت اقامت کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

(۱) او ينوی اقامة نصف شهر ببلد او قرية لا بمكة و منى (کنز الدقائق) ای لا يتم اذا نوى الاقامة بمكة ومنى ونحو هما من مكانين كل منهما اصل بنفسه لانها لو جازت فی مكانين لجازت فی اماكن (النہر الفائق ۱/۳۴۶).

(۲) هذااذا كان كل واحد من الموضعين اصلاً بنفسه كما ذكر (تبیین الحقائق)

(۳) وفی المفيدو التحفه هذااذا كان كل واحد منهما اصلاً كمكة و منى او كالكوفة والحيرة فاذا كان احدهما تبعاً للاخر بان نوى الاقامة فی المصر وفی موضع اخر تبع لها وهو مايلزم ساكنيه حضور الجمعة يصير مقيماً بدخول الذی نوى ان يقيم فيه ليلاً ولا يصير مقيما بدخول الذی نوى ان يقيم فيه نهاراً (بنایہ ۲/۳۷)

(۴) واذا نوى المسافر ان يقيم بمكة و منى خمسة عشر يوما لم يُتم الصلوة لان اعتبار النية فی موضعين يقتضی اعتبارها فی مواضع و هو ممتنع (ہدایہ)۔

(۵) او ينوی اقامة نصف شهر ببلدة اوقرية و احدة ۔(نقایہ ص ۱/۳۸۰) وانما قيد

البلدة او القرية بكونها واحدة لان نية الاقامة فی بلدتين او قريتين او بلدة و قرية لا تصح فلا تصح نية الاقامة بمكة و منى لفقد نية الاقامة كَمُلاً (فتح باب العنایہ للقاری)

(٦) واذا قدم الكوفی مكة وهو ينوی ان يقيم فيها ومنى خمسة عشر يوماًفهو مسافر ،لان الاقامة مايكون فی موضع واحد ......وهذااذا نوی الاقامة فی موضعين كمكة ومنى والكوفة والحيره(مبسوط۱/۲۳۷)

(۷)ولونو ی الا قامة خمسة عشر يوماً فی موضعين فان كان كل منهما اصلاً بنفسه نحومكه و منى والكوفه و الحيرة لايصير مقيماً وان كان احدهما تبعاً للاخر حتى تجب الجمعة على سكانها يصير مقيماً (فتاوی ہندیہ۱/۱۴۰)

(۸) وفی شرح ابن ابی عوف : اذا نوی ان يقيم بمكة و منى خمسة عشر يوماً لم يتم الصلاة لان كل واحد منهما موضع على الانفراد(البحرالعمیق ۱۴۱۹)

(۹)حاصل المسئلة ان نوی الاقامة فی موضعين فان كان كل واحدمنهما اصلاً بنفسه ولم يكن تبعاً للآخر مثل مكة و منى لم يتم الصلوة (البحرالعمیق ص۱۴۲۰).

(۱۰)قال محمد فی الاصل اذا نوی المسافر ان يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يو ماً لا يصير مقيماً فعلم اعتبارهما شرعاًموضعين (فتح القدیر،ج۲/ص۵۴باب صلوۃ الجمعۃ)

(۱۱) فيقصر اِن نوی الاقامة فی اقل منه ای فی نصف شهر او نوی فيه (ای نصف شهر) لكن فی غير صالح كنحو جزيرة او نوی فيه (ای فی صالح لها) لكن بموضعين مستقلين كمكة و منى (درمع الرد،ص۶۰۶/۲)

مذکورہ بالاصریح دلائل اوراس سے قبل کی واضح فقہی عبارتوں کا حاصل یہی ہے کہ مکہ اورمنی شرعاً مستقل موضع ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے نیز منی مکہ کے تابع نہیں ہے غالباًاسی وجہ سے حضرت

مولانا محمد یوسف بنوریؒ جیسے محقق ومبصر محدث وفقیہ نے منی سے اتصال آبادی کا مشاہدہ کیا اور اپنی شرح ترمذی معارف السنن میں ذکر بھی کیا ہے مگر مکہ سے الحاق کے نقطۂ فکر سے تعرض نہیں کیا۔ اسی طرح دیگر اکابر محققین خصوصاً بالکل ماضی قریب کے حضرت فقیہ الامت مفتیٔ اعظم ہند ودارالعلوم دیو بند مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے نزدیک مکہ کی کثرت آبادی اور اتصال آبادی کے مظاہر پوشیدہ نہیں تھے بایں ہمہ داخل مکہ ہونے پر کوئی تعرض نہیں کیا گیا اسکی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ منی کے خارج مکہ ہونے میں جو شرعی حیثیت ہے وہ قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں ایک مسلم حقیقت ہے اور جب منی شرعاً مکہ سے الگ موضع ہے تو پھر مکہ کی آبادی بڑھ جانے سے منی کو مکہ کے تابع بنا کر جزء قرار دینا صحیح نہیں ہے پس جس طرح مکہ کو دوسرے شہر پر قیاس نہیں کر سکتے اسی طرح منی کو دیگر فنائے مصر یا قریہ متصلہ بالمصر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

﴿ازالۃ الخفاعن استقلال المنیٰ﴾

مکۃ المکرّمہ کی آبادی مشرق کی طرف بڑھتی ہوئی منیٰ تک پہنچ جانے کی وجہ سے منیٰ کو شہر مکہ سے لاحق کرنے کی بحث اٹھائی گئی آبادی کی کثرت واتصال بالمنیٰ کے مشاہدے کئے گئے یہاں تک کہ اہل علم میں خیر القرون سے چلا آرہا متفق علیہ قدیم موقف میں اختلاف نے راہ پالی اور مسئلہ مختلف فیہ بن گیا اور مفتیان کرام کی مختلف تحریرات بھی آگئیں،

جدید موقف کے حاملین اہل علم کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ کثرت واتصال آبادی کا تقاضا ہے کہ مضافات شہر کو جزو شہر قرار دیا جائے اور اس پر مرتب ہونے والے فقہی احکام کو ظاہر کیا جائے چنانچہ منیٰ کو جزو مکہ مان لیا گیا اور اس کے محدود و مشعر ہونے کی وجہ سے جو اشکال وارد ہوتا ہے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ منیٰ کا محدود ہونا اور بعض مناسک کا عرصۂ منی میں انجام دینا الحاق کے لئے مانع نہیں ہے کیوں کہ الحاق سے نہ منیٰ کی حد بندی متاثر ہوتی ہے اور نہ احکام مشروعہ فی المنیٰ میں تبدیلی واقع ہوتی

ہے پس باوجود محدود ومشعر ہونے کے الحاق درست ہے جیسے محدود ومخصوص میدان وغیرہ۔ یہ استدلال اپنے ظاہر کے اعتبار سے صحیح اور قوی معلوم ہوتا ہے۔

لیکن حق یہ ہے کہ دو چیزوں کی وجہ سے مذکورہ استدلال کی قوت مضمحل ہو جاتی ہے (۱) ایک یہ کہ منیٰ کو مشعر ہونے کے باوجود عام مضافات شہر یا فنائے مصر یا کسی محدود ومخصوص میدان پر قیاس کر کے الحاق کی سعی کی گئی ہے حالانکہ منیٰ کی حیثیت ان سب سے بالاتر اور جداگانہ ہے اسلئے یہ قیاس ہی صحیح نہیں ہے (۲) دوسری اہم چیز جو شاید پردۂ خفا میں رہی وہ ہے منیٰ کا (مکہ کے مقابلے میں) استقلال اور موضع آخر ہونا یعنی صرف یہی نہیں کہ منیٰ ایک محدود وسیع میدان ہے اور اس میں بعض مخصوص افعالِ شرعیہ انجام دیئے جاتے ہیں بلکہ وہ مشعر اور مخصوص جائے عبادت ہونے کی وجہ سے مکہ سے الگ مستقل موضع ہے اور الحاق سے استقلال باطل ہو جاتا ہے یا پھر منیٰ کے موضع آخر ہونے کو صرف بُعد عن المکۃ سے مربوط سمجھا گیا اور اب اتصال آبادی کی وجہ سے بُعد ختم ہو گیا ہے لہٰذا الحاق ہونا چاہئے تو یہ بھی مخدوش ہے کیوں کہ حجۃ الوداع میں خود حضور ﷺ کا قیام بہت سے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بطحا میں تھا جہاں سے منیٰ بالکل قریب تھا صرف ''عقبہ'' ہی ایک حد فاصل تھا جس کا فاصلہ منیٰ کی جانب بہت کم تھا اور یہیں سے حج کے احرام کے ساتھ حضور ﷺ نے مع صحابہ کرام کے منیٰ کی طرف کوچ فرمایا جس کو تمام محدثین اور فقہاء مکہ سے خروج یا منیٰ کی طرف کوچ سے تعبیر کرتے ہیں اور بطحا کے قیام کو حدیث وفقہ میں مکہ ہی کا قیام کہا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بطحا شروع ہی سے مکہ کا حصہ رہا ہے خواہ آباد نہ ہو پس منیٰ کا مکہ سے الگ ومستقل ہونا یا اصلاً موضع آخر ہونا بالکل یقینی ہے غرض یہ ''استقلال'' تحدید الٰہی اور تشریع وتقسیم مناسک کے اقتضاء سے ثابت ہے جو تمام فقہاء کے نزدیک ایک مسلّم حقیقت اور مشعر ہونے کا مقتضیٰ ہے جسے ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل یہ کہ منیٰ کے شعار و مشعر ہونے ہی کی وجہ سے مکہ سے اس کا الحاق درست نہیں ہے خواہ

ظاہر میں آبادی کا اتصال ہو جیسا کہ مسعیٰ مشعر ہے اور مسجد حرام سے اس کا حکم شرعاً جداگانہ ہے، اور دائماً یہ حکم باقی رہے گا پس استقلال منیٰ ''الحاق'' سے مانع ہے،

﴿منی کو جزو مکہ قرار دینے کے قیاسات کے جوابات﴾

منی کو جزو مکہ قرار دینے سے اگر چہ اسکا نام اصلاً و عرفاً و شرعاً باقی رہے گا اور اسکے حدود محفوظ اور احکام جاری رہیں گے مگر الحاق کی وجہ سے جو اثرات و تغیرات پیدا ہونگے اس سے منی کی شرعی و استقلالی حیثیت ختم ہو جائے گی اور استقلال کی وجہ سے بعض احکام مشروعہ میں خلل واقع ہوگا۔

﴿عام شہروں کے مخصوص میدانوں پر قیاس﴾

(الف) اندرونِ شہر میدان یا کوئی مخصوص جگہ جو شہر کے مقاصد یا مصالح کیلئے محدود و متعین ہوتی ہے اور شہر کا ہی ایک حصہ ہوتا ہے اس پر منی کو قیاس کرنا یعنی اتصال آبادی کی وجہ سے منی کو مکہ کا تابع بنا کر شہر کا جزء یا ایک محلّہ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ میدان اور مکان کی تحدید و تخصیص انسان (یا حکومت) کے اختیار میں ہے کہ کسی میدان کی حیثیت عرفی کو ختم کر کے آبادی میں تبدیل کر دے اور کسی آبادی کو منتقل کر کے فضاء و میدان میں تبدیل کر دے جبکہ منی کی تحدید و تخصیص میں ادنی بھی تغیر کا حق اور اختیار بندہ کو نہیں ہے کیونکہ یہ تخلیق اور تشریع الٰہی ہے تجویزِ انسانی نہیں ہے۔

﴿خارج حرم تنعیم کو جزء شہر قرار دینے پر قیاس﴾

(ب) مزدلفہ اور منی کے علاوہ حرم کی کسی دوسری جانب غیر آباد علاقہ بستی میں تبدیل ہو جائے اور مکہ کی آبادی سے متصل ہو جائے یا آبادی حرم سے متجاوز ہو کر بلد مکہ کا حصہ بن جائے تو اس سے حرم کے احکام شرعیہ میں کوئی تغیر واقع نہ ہوگا۔ اور خارجِ حرم جو حصہ داخل شہر کیا گیا ہے وہ چونکہ منی کی طرح شرعاً محدود و مشعر نہیں ہے کہ تابع شہر قرار دینے سے استقلال شرعی کی مخالفت لازم آئے پس حرم کا حکم باعتبار عظمت باقی رہے گا اور خارج حرم جو متصل بالمصر ہے باعتبار بلدیت موضع واحد ہو جانے کی وجہ

سے اسکے متعلقہ احکام وجوب جمعہ اور قصر واتمام کے جاری ہونگے۔بخلاف منی کہ اسے جزو مکہ قرار دینے سے اگر چہ منی کے احکام مخصوصہ اپنی جگہ برقرار رہیں گے مگر منی کا شرعی استقلال جسکی وجہ سے وہ اصلاً موضع آخر ہے وہ متأثر ہوکر رہے گا بلکہ ختم ہوجائے گا اور یہ درست نہیں ہے۔

﴿منی کوفنائے مصر''مکہ''مان لینے پر قیاس﴾

(ج)مسجد حرام کوخانہ کعبہ کا فنااور پورے حرم کومکہ یامسجد حرام کا فناء کہا گیا ہے :**المسجد الحرام بمنزلة الفناء للكعبة و الحرم بمنزلة الفناء لمكة**(مبسوط للسرخسی) اس سے منی کا اصطلاحاً فنائے مکہ ہونا مراد نہیں ہے کیونکہ یہاں فناء سے صحن بیت اللہ(حصہ مطاف)مراد ہے جوکہ شرعا مسجد ہے یعنی وہ بھی بیت اللہ ہے اور مسجد حرام سے خارج اگر چہ مکہ یا حرم ہومگر وہ شرعا مسجد نہیں ہے اور اگر مسجد حرام سے مکہ مراد لیں اور پورے حرم کوفنائے مکہ کہیں جیسا کہ''مبسوط'' کا لفظ ہے تب بھی اس سے تعظیم وتکریم مقصود ہے نہ کہ اصطلاحی فنائے شہر۔اسلئے صرف لفظی اتحاد سے(کہ حرم فنائے مکہ ہے اور منی حرم کا جزء ہے۔نیز مکہ کی آبادی منی سے متصل ہوگئی ہے لہذا منی فنائے مکہ ہوا جیسے دیگر فنائے مصر ہوتا ہے تو یہ) قیاس صحیح نہیں ہے۔کیونکہ فنائے مصر کی مسلم اور متفق علیہ تعریف:**فقد نص الائمة على ان الفناء ما اعد لدفن الموتى و حوائج المصر كر كض الخيل و الدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغير ذٰلك** منی پر صادق نہیں آتی ہے کیونکہ منی کی تخصیص اِن امور میں سے کسی کیلئے ہے ہی نہیں۔

﴿تقدیرات شرعیہ کے خلاف حاکم وقت کے فیصلہ پر اعتماد﴾

(د)منی اور مزدلفہ شرعاً دو الگ موضع ہیں اور اس میں ذرہ برابر اختلاف نہیں ہے لیکن موجودہ زمانہ میں مکہ کی کثرت آبادی کی وجہ سے دونوں کو داخل شہر کیا جارہا ہے اس سلسلہ میں ایک دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ''حکام وقت حکام تمدن ہوتے ہیں''اور انکا فیصلہ قابل تسلیم ہوتا ہے یہ دراصل امام محمدؒ

کا قول ''ای موضع مصرہ الامام فھو مصر '' کا حاصل ہے یعنی جس کسی جگہ کو امام یعنی حاکم وقت آباد کرے اور اسے شہر بنائے تو وہ شہر کہلاتا ہے (معارف السنن) پس جب امیر مکہ نے منی کو شہر مکہ میں داخل کرنے کا فیصلہ کیا تو انکا فیصلہ نافذ ہوگا اور منی داخل شہر مانا جائے گا تو سوال یہ ہے کہ کیا حاکم وقت منی اور مزدلفہ کو ایک موضع قرار دے سکتے ہیں جیسا کہ حکام وقت ضرورت کے موقع پر ایسا کرتے ہیں اور حاکم وقت کو اس کا اختیار ہوتا ہے اگر وہ یہاں نہیں کر سکتے تو اُسکی وجہ اِسکے سوا اور کیا ہے کہ دونوں کی الگ الگ شرعی حد بندی نیز مشعر اور موضع عبادت ہونے کی وجہ سے شرعاً ایک دوسرے سے الگ ہے، موضع واحد قرار دینے میں استقلال شرعی باقی نہیں رہے گا۔

اسی طرح منی کو مکہ کے مقابل استقلال حاصل ہے تحدید شرعی نے اسے مکہ سے الگ موضع بنا دیا ہے۔ پس فنائے مکہ کہہ کر یا اتصال آبادی کی وجہ سے تابع مکہ بنا کر یا شہر مکہ کا محلّہ قرار دیکر موضع واحد کا حکم لگانا استقلال شرعی کو ختم کرنا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں ہے کیونکہ حکام وقت جو حکام تمدن ہوتے ہیں انکے اختیارات وہاں کارگر ہوتے ہیں جہاں تقدیرات شرعیہ نہ ہوں، مقادیر شرعیہ میں حکام دنیا کو ادنی تغیر و ترمیم کا حق نہیں ہے منی کا مکہ سے الگ ہونا تقدیر شرعی ہے۔ پس جس طرح شہر کے کسی جانب سمندر ہو جس سے قدرتی تحدید ہو جاتی ہے ظاہر ہے دنیا کا کوئی بھی حاکم سمندر کے کچھ حصہ کو اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہیں کر سکتا وہ قدرتاً آبادی سے خارج ہے اسی طرح منی اور مزدلفہ مکہ سے شرعاً خارج مقام ہے اسے شہر کا جز قرار دینا تشریع کے خلاف ہے۔

﴿مسعیٰ شرعاً مسجد حرام سے مستقل ہے﴾

(ھ) صفا اور مروہ بالاتفاق مشاعر میں سے ہیں اور اسکے مابین جس کا طول سات سو پچاس یا سات سو چھیاسٹھ ذراع اور عرض ۳۵/ ذراع ہے (معلم الحجاج) اسے مسعیٰ کہا جاتا ہے صفا و مروہ اور مسعیٰ کے شرعی احکام مسجد حرام سے الگ ہیں چنانچہ جنبی آدمی اور حائض و نفساء مسعیٰ میں جا سکتے ہیں،

عورت بحالت حیض ونفاس سعی کرسکتی ہے کیونکہ سعی کے لئے بالا تفاق طہارت شرط نہیں ہے **امـــــا الـطهـارة من الجنابة والحيض فليست بشرط** (البحر العمیق) پس مسعیٰ کے شرعاً محدود ہونے اور صفااورمروہ کے شعائر ہونے کی وجہ سے مسجد حرام سے مستقل ہے اور یہ استقلال دائمی ہے لہذا مسعیٰ اور صفاومروہ کا شامل مسجد کردئے جانے سے استقلال ختم نہیں ہوا ہے پس منی کو کہ وہ بھی مشعراور محدود ہے اتصال آبادی کی وجہ سے مسعیٰ کے اندرون مسجد ہوجانے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ منی کا مستقل موضع رہنا صفااورمروہ کے استقلال سے (باوجود شامل مسجد ہوجانے کے) بالکل واضح ہوجاتا ہے۔

﴿بیوت ازواج مطہرات کے ادخال فی المسجد کی حیثیت﴾

(و) مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع میں جو قطعہ اراضی مسجد میں داخل کئے گئے ان کے ادخال سے خارج مسجد کا حکم مسجد کے حکم میں بدل گیا، چونکہ ان اراضی یا مکانات کی کوئی شرعی حد بندی نہیں ہے اور نہ کوئی مخصوص شرعی حکم بطور عبادت کے ثابت ہے اسلئے داخل مسجد کئے جانے سے شرع کے خلاف کوئی امر لازم نہیں آتا ہے، زیادہ سے زیادہ اگر اسکی تاریخی حیثیت نص سے ثابت ہے تو اسے علی حالہ آثار قدیمہ کے طریق پر باقی رکھنا مرغوب ومطلوب ہوتا ہے شرعا ضروری نہیں ہے۔لیکن اگر منصوص ہونے کے ساتھ اسکی شرعی حیثیت بھی ہے یعنی مسجد کے حکم شرعی کے مقابل شریعت کا کوئی حکم ہے جو ادخال فی المسجد سے مانع ہے، تو پھر ظاہراً ادخال کے باوجود اسکا سابق حکم شرعی تبدیل نہ ہوگا، چنانچہ ازواج مطہرات کے حجرے حجرۃ عائشہؓ کو چھوڑ کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے شہید کرکے داخل مسجد کردیا وہ حصہ شرعاً مسجد کے حکم میں آگیا اور حجرۃ عائشہؓ چونکہ مقبرۂ خاص ہے اسکا حکم شرعا مسجد کے حکم سے الگ ہے اسے مسجد میں داخل نہیں کیا گیا اگرچہ توسیع کے نتیجہ میں مسجد کے اندر ہے مگر وہ مخصوص حصہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے باقی صفہ وغیرہ کی حیثیت حکم شرعی کے اعتبار سے مسجد سے الگ نہیں ہے شرعاً جماعت خانہ کا حصہ ہے اور اسے نمایاں رکھنا شرعی حیثیت کو باقی رکھنے کیلئے نہیں ہے۔زیادہ سے زیادہ

اصحاب صفہ کی یادگار کے طور پر ہے ۔اسلئے منی ومزدلفہ کوشہرمکہ کے حکم میں داخل کرنے کیلئے بیوت ازواج مطہرات اور صُفَّہ کومسجد نبوی میں داخل کرنے اوراسکی منصوصی حیثیت کو باقی رکھنے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

﴿الحاق منی کے اثرات وثمرات﴾

(۱) منی کو جزو مکہ (تابع مکہ) قرار دینے سے اگر چہ منی کے حدود اور حدود کے اندر پائے جانے والے مناسک علی حالہ باقی رہیں گے لیکن تحدید وتشریع کی وجہ سے منی کو مکہ سے جوشرعاً استقلال حاصل ہے وہ باقی نہیں رہے گا۔

(۲) منی حرم میں ہونے کے باوجود اجماع علمائے امت سے خارج مکہ شمار کیا جاتا ہے اور دونوں مقام کے مغائر ہونے پر جو احکام وابستہ ہیں ان میں تغیر واقع ہوگا اور اجماع کے خلاف لازم آئے گا۔

(۳) منی کو بلدیتِ مکہ میں شامل کرنے سے منی کا ایک خاص حکم ''منی مناخ من سبق'' متأثر ہوگا کیونکہ مکہ میں تعمیر وتملک بقول راجح درست ہے لہذا منی میں بھی جزءمکہ ہونے کی وجہ سے تعمیر وتملک کو جائز قرار دیا جائے گا جو صریح حدیث شریف کے خلاف ہوگا۔

(۴) آٹھویں ذی الحج تک مکہ میں قیام سنت ہے اور یوم الترویہ کوطلوع کے بعد خروج من مکہ سنت ہے اس سے قبل منی جانا خلاف سنت ہے الحاق کی صورت میں خروج من مکہ کی سنت ختم ہوجائے گی اسلئے کہ خروج کا تحقق نہیں ہوگا اور آٹھویں سے پہلے منی چلے جانے پر خلاف سنت کا ارتکاب نہیں کہلائے گا۔

(۵) خروج الی منی یعنی ۸/ ویں ذی الحجہ کوقبل الزوال سنت ہے مگر یوم الترویہ جب یوم جمعہ ہو اور زوال سے قبل مکہ سے نہ نکل سکا تو ادائے جمعہ سے قبل نکلنا مکروہ ہے مگر منی کوتابع مکہ قرار دئے جانے

سے زوال کے بعد ادائے جمعہ سے قبل نکلنے کی کراہت نہ رہے گی۔

(٦) حاجی کے لئے قیام اور مبیت فی المنی جو کہ سنت مؤکدہ یا واجب ہے وہ حدود منی میں خارج مکہ مراد ہے۔الحاق کی صورت میں قیام اور مبیت داخل مکہ سمجھا جائے گا نہ خارج مکہ۔

(۷) منی کی شب گذاری کی سنت پر عذر ہونے کی وجہ سے عمل نہ ہو سکے تو عتاب نہیں ہے لیکن الحاق کی صورت میں راحت وسہولت پسند طبائع بلا عذر بھی عین مکہ میں قیام کو اختیار کریں گی جیسا کہ واقعات پیش آنے لگے ہیں۔تو یہ سنت بھی بغیر عذر کے متروک ہوگی

(۸) ۱۲/ ویں ذی الحجہ کو تمام حجاج باستثنائے چند منی سے نکل کر مکہ ہی کوچ کرتے ہیں چونکہ منی خارج مکہ ہے اسی وجہ سے احادیث وفقہ میں یوم النفر کہا گیا ہے مگر الحاق منی یعنی جزء مکہ قرار دینے کی صورت میں ''نفر الی مکہ''نہیں پایا جائے گا۔

(۹) الحاق کی صورت میں قیام مکہ اور ایام حج ملا کر مدت قیام پندرہ دن ہوتی ہے تو مسافر حاجی مقیم بن جائے گا (الف) پس ایام حج میں اتمام کرے گا (ب) ایسے حاجی پر جمعہ کی نماز بھی واجب ہوگی اگر چہ وہ منی میں ہو (ج) اگر حاجی صاحب نصاب ہے تو پھر حج کی قربانی کے علاوہ مالی قربانی بھی واجب ہوگی۔

﴿خلاصہ تحقیق﴾

(۱) منی ،مزدلفہ،اور عرفہ تینوں مقامات کا محدود و متعین ہونا۔اوران تینوں بلکہ مکہ سمیت چاروں مقامات کے ساتھ مخصوص افعال حج کا متعلق ہونا اور افعال حج کو ان مقامات کے حدود کے اندر ہی انجام دینا حجاج کیلئے خاص ہے یہ سب امور نصوص شرعیہ سے صراحتاً ثابت ہیں اور تا قیامت باقی رہیں گے۔(قرآن،حدیث وفقہ)

(۲) مکہ کا شہر ہونا ،اور مکہ، منی اور مزدلفہ کا حرم میں ہونا اور حرم کے حدود کا متعین ہونا بھی

منصوص اور اجماعی ہے اورشہر مکہ کی حد اگر چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے متعین ہوتی ہے مگر بلدیت اس میں محدود نہیں ہے، کہ اس سے تجاوز نہ ہو سکے کیونکہ کسی نص شرعی سے اسکی تحدید ثابت نہیں ہے۔البتہ منی کو تحدید شرعی نے مکہ کی بلدیت سے خارج رکھا ہے۔

(۳) صحت ادائے جمعہ کیلئے شہر یا فنائے شہر ہونا شرط ہے۔قریہ صغیرہ اور صحراء میں جمعہ درست نہیں ہے البتہ جو گاؤں شہر سے متصل ہے یا خارج شہر جو حصہ فنائے مصر ہے اور وہ شہر سے متصل ہے تو وہ شہر کے تابع ہوتا ہے یہ بھی فقہاء کے یہاں مسلم ہے۔

(۴) سفر شرعی شروع ہو جانے کے بعد مسافر کیلئے ایسی جگہ میں جو اقامت کے لائق ہو مقیم ہو جانے کی وجہ سے اتمام کرنا ضروری ہے اور اقامت کیلئے مسلسل پندرہ یوم کی نیت کا ہونا شرط ہے،۔اور نیت اقامت کا موضع واحد میں ہونا معتبر ہے دو مستقل موضع میں نیت معتبر نہیں ہوگی ہاں اگر ایک اصل ہو اور دوسرا اسکے تابع تو پھر دونوں بھی موضع واحد کے حکم میں ہیں۔

(۵) منی اصطلاحا فنائے مصر ''مکہ'' نہیں ہے اور منی کو فنائے مکہ کہنا تعظیماً وتکریماً لبیت الحرام ہے۔اور منی میں حجاج کی خاطر بعض رفاہی چیزوں مثلاً اسپتال کے انتظام سے فنائے مکہ نہیں کہلائے گا۔کیونکہ منی کا ''معد لمناسک الحج'' ہونا من جانب الشارع متعین ہے پس ''اعداد لمصالح المصر'' پایا نہیں گیا۔

(۶) منی میں صحت جمعہ کی وجہ میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایام موسم میں وہ شہر بن جاتا ہے اس لئے اقامت جمعہ درست ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک منی قریہ ہے موسم حج میں مصر جامع نہیں بنتا ہے۔دوسری وجوہ صحیح نہیں ہیں۔

(۷) منی کے تابع مکہ ہونے میں اگر چہ اختلاف ہے لیکن وہ ادائے جمعہ کے باب میں ہے قصر کے سلسلہ میں بالاتفاق منی مکہ سے علیحدہ موضع ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۸) مکہ اور منی دونوں بالذات اصل موضع ہیں اور کسی جگہ کا اصل و مستقل ہونا جس طرح انسان کی تجویز سے خواہ وہ فرد ہو یا حکومت معلوم ہوتا ہے اسی طرح شارع کی تحدید وتخصیص سے بھی استقلال ثابت ہوتا ہے۔

(۹) منی حرم میں ہونے کے باوجود بحیثیت شرع خارج مکہ وغیر مکہ ہے، جزء مکہ نہیں ہے۔ اور منی کا تحت ولایت امیر مکہ ہونا امر آخر ہے کیونکہ اس اعتبار سے عرفہ اور دیگر مقامات بھی تحت ولایت الامیر ہوتے ہیں۔

(۱۰) منی بطحاء سے قریب ہے اور بطحاء مکہ میں داخل ہے اسلئے کہ رسول اکرم ﷺ نے مع صحابہ کرام کے بطحاء میں ہی قیام فرمایا تھا پس منی مکہ سے قریب ہونے کے باوجود شرعاً مکہ سے الگ موضع ہے

(۱۱) مکہ اور منی کا علیحدہ ہونا حساً اور شرعاً دونوں اعتبار سے ہے تو ظاہراً آبادی کے اتصال سے شرعی اعتبار ختم نہیں ہوگا بلکہ تا قیامت رہے گا۔ پس اگر منی سے قبل کی آبادی ختم کر دی جائے کہ تعمیر و تخریب دونوں حکومت کے اذن سے ہوتی ہے تو پھر منی حسب سابق مکہ سے خارج کہلائے گا جیسا کہ خیر القرون سے اب تک خارج مکہ ہونے پر اجماع امت پایا جارہا ہے۔

﴿مسک الختام﴾

پیش کردہ مفصل بحث ونظر سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مکہ معظّمہ اپنی خصوصیت اور مخصوص احکام کی وجہ سے دنیا کے عام شہروں کی طرح نہیں ہے بلکہ تکوین الٰہی اور تشریع خداوندی نے اسے بالکل ممتاز اور اعلی بنایا ہے اسلئے مکہ کو غیر مکہ پر قیاس نہیں کیا جائے گا اسی طرح مکہ کے مضافات میں سے منی (اور مزدلفہ بھی) عام مضافات شہر کی طرح نہیں ہے کہ اتصال آبادی کی وجہ سے جزوشہر بنادیا جائے بلکہ تحدید الٰہی اور تشریع مناسک نے دونوں کو مکہ سے خارج قرار دے رکھا ہے نیز منی پر فناء کی مسلّمہ تعریف بھی صادق نہیں آتی ہے اسلئے منی کو قریہ متصلہ یا فنائے متصلہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ تحدید اور تشریع احکام حج کی وجہ سے منی، مزدلفہ اور عرفات میں سے ہر ایک مشعر اور موضع عبادت ہے جیسے مسجد حرام بھی مشعر ہے نیز صفا اور مروہ بھی مشاعر ہیں اس حیثیت سے منی اور مزدلفہ کو مکہ معظّمہ سے انفراد و استقلال حاصل ہے اور وہ حدود مکہ سے واقعۃ خارج ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ منی اور مزدلفہ حرم میں ہونے کے باوجود شرعاً محدود و مخصوص ہونے کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مستقل بھی ہے۔ اور باعتبار استقلال متعدد احکام مشروع ہیں اسی وجہ سے تمام ائمہ کے نزدیک مکہ اور منی موضعین مستقلین ہیں لہذا استقلال شرعی کی حیثیت کو ختم نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ بندوں کو اسکا اختیار ہے اور الحاق سے منی کا استقلال باطل ہو جائے گا پس استقلال منی الحاق بمکہ سے مانع ہے اور اگر امر ظاہر و آبادی کو مدنظر رکھا جائے تو پھر تعارض ہوگا ظاہر وشرع کے تقاضوں کا۔ اور تعارض کی صورت میں ترجیح واعتبار امر شرعی کو حاصل ہے پس حقیقتاً اتصال آبادی کے باوجود منی کو جزو مکہ بنایا نہیں جا سکتا ورنہ بعض تشریع احکام حج کے خلاف لازم آئے گا۔ نیز مکہ کا خارج مکہ ہونا یا موضع آخر ہونا جمیع فقہاء کے نزدیک امر یقینی ہے اور اب اتصال آبادی کی وجہ سے داخل مکہ ہونا امر مشکوک ہے اور الیقین لایزول بالشک۔ اگر مکہ اور منی کے درمیان بنے ہوئے مکانات میں رہنے والے متوطن نہیں ہیں بلکہ محافظین و ملازمین رہتے ہیں تب تو شہر

کی آبادی میں انکا اعتبار ہی نہیں ہے پھر تو منی جس طرح پہلے خارج مکہ تھا اب بھی بلاتردد خارج مکہ ہے ۔فقط **هذا هو المرام بتحرير العبد الغريق فى بحر الآثام الراجى من الله العفو والاكرام .**

لہذا جو حاجی مسافر ایام حج سے قبل مکہ مکرمہ پہنچا اور منی کوچ کرنے سے پہلے یعنی ۸/ ذی الحجہ تک مسلسل پندرہ رات دن مکہ میں نہیں ہوتے ہیں تو وہ حاجی مسافر ہے اور ایام حج میں مسافر ہی رہے گا اور منی،عرفہ اور مزدلفہ میں قصر کرے گا نیز صاحب نصاب ہونے کے باوجود (مالی) قربانی مسافر ہونے کی وجہ سے واجب نہ ہوگی ۔البتہ حج سے فراغت کے بعد مکہ سے رخصت ہونے سے پہلے مکمل پندرہ دن یا اس سے زائد کا قیام ہو تو اب وہ مقیم کہلائے گا اور نمازیں پوری پڑھے گا۔اور اگر ۸/ ویں سے پہلے پندرہ دن مکمل ہوتے ہیں تو مقیم بن جائے گا اور اب ایام حج میں بھی اتمام کرے گا اور اگر شرعاً غنی یعنی مالک نصاب بھی ہے تو اس پر اضحیہ یعنی مالی قربانی بھی واجب ہوگی خواہ یہ مالی قربانی حرم میں کرے یا اپنے وطن میں یا کسی اور جگہ کرائے البتہ ایام نحر ہونا شرط ہے۔ **فيقصر اِن نوى الاقامة فى اقل منه اى فى نصف شهر او نوى فيه (اى نصف شهر) لكن فى غير صالح كنحو جزيرة او نوى فيه (اى فى صالح لها) لكن بموضعين مستقلين كمكة و منى فلو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته لانه يخرج الى منى و عرفة فصار كنية الاقامة فى غير موضعها وبعد عوده من منى تصح** ۔پس مسافر قصر کرے گا اگر اس نے اقامت کی نیت پندرہ دن سے کم میں کی ہے یا پندرہ دن کی نیت کی لیکن جگہ شرعاً اقامت کے لائق نہیں ہے یا پندرہ دن کی نیت کی اقامت کے لائق جگہ میں لیکن دو مستقل موضع میں جیسے مکہ اور منی میں (ملاکر پندرہ دن مکمل ہوتے ہیں حالانکہ صحت اقامت کے لئے فی موضع واحد شرط ہے)لہذا اگر حاجی عشرۂ ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ داخل ہوا (اور پندرہ دن اقامت کی نیت کرلی) تو اسکی نیت صحیح نہیں ہے اسلئے کہ لامحالہ وہ منی اور

عرفات جائے گا پس دو مستقل موضع میں اقامت کی نیت پائی گئی جو صحیح نہیں ہے جیسے غیر صالح جگہ مثلاً بادیہ وصحراء میں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہے ہاں منی سے لوٹنے کے بعد (اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کرنا ہے تو اب) اقامت کی نیت صحیح ہوگی ۔ (درمختار مع ردالمحتار)

حضرت فقیہ الامت مفتی اعظم مفتی محمود حسن گنگوہی ؒ تحریر فرماتے ہیں: جو لوگ کم از کم پندرہ روز مکہ معظّمہ میں مقیم رہے پھر منی گئے اور عرفات گئے وہ وہاں پوری نماز پڑھیں گے اور جو لوگ اس سے کم مکہ شریف میں رہے وہ نماز قصر کریں گے ۔ (فتاوی محمودیہ ۱۰/۳۷۰ ، پاک)

فقط: واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم　　　کتبہ: 　　رشید احمد فریدی

مدرسہ مفتاح العلوم تراج

۱۶/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۶

۲/ اکتوبر/ ۲۰۱۵

مراجع ومصادر

(۱)قرآ ن مجید
(۲)بخاری شریف
(۳)مسلم شریف
(۴)ابوداؤد شریف
(۵)مؤطا مالک
(۶)عمدۃ القاری للعینی
(۷)فتح الباری للعسقلانی
(۸)بذل المجھود فی حل ابی داؤد للسہارنفوری
(۹)اوجز المسالک لشیخ الحدیث
(۱۰)معارف السنن للبنوری
(۱۱)جزء حجۃ الوداع لشیخ الحدیث
(۱۲)اخبار مکہ لابی الولید الازرقی المکی
(۱۳)شفاء الغرام باخبار البلد الحرام للفاسی
(۱۴)ایضاح المناسک للنووی
(۱۵)مناسک للقاری
(۱۶)ارشاد الساری الی مناسک القاری لحسین بن محمد المکی
(۱۷)البحر العمیق لابی البقا المکی
(۱۸)احیاء العلوم للغزالی

(۱۹)البدایہ والنہایہ	لابن کثیر
(۲۰)مبسوط	للسرخسی
(۲۱) کنزالدقائق	للنسفی
(۲۲)ھدایہ	للمرغینانی
(۲۳)بدائع	للکاسانی
(۲۴)البحرالرائق	لابن نجیم المصری
(۲۵)النہرالفائق	
(۲۶)تبیین الحقائق	
(۲۷)فتح القدیر شرح ہدایہ	لابن ہمام
(۲۸)عنایہ شرح ہدایہ	للعینی
(۲۹)فتح باب العنایہ شرح النقایہ	للقاری
(۳۰)الفقہ علی مذاہب الاربعہ	
(۳۱)غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی	للحلبی
(۳۲)تقریر ترمذی	لشیخ الاسلام
(۳۳)حجۃ اللہ البالغہ	للشاہ الدہلوی
(۳۴)رحمۃ اللہ الواسعہ	للبالنبوری
(۳۵)معلم الحجاج	لمفتی احمد سعید دھلوی
(۳۶)فضائل حج	لشیخ الحدیث
(۳۷)فتاوی تاتارخانیہ	لعالم بن العلاء

(۳۸) فتاوی ہندیہ	للعالم گیری
(۳۹) فتاوی سراجیہ	لسراج الدین التیمی
(۴۰) فتاوی قاضیخان	لقاضی خان
(۴۱) فتاوی محمودیہ	لفقیہ الامت
(۴۲) فتاوی (مختارات النوازل)	للمرغینانی
(۴۳) مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	
(۴۴) طحطاوی علی المراقی	للطحطاوی
(۴۵) مجمع الانہر	
(۴۶) حدودالمشاعر	
(۴۷) زادالمعاد	لابن القیم الجوزی
(۴۸) ارض القرآن	لسید سلیمان ندوی
(۴۹) قاموس الفقہ	لمولانا خالد سیف اللہ
(۵۰) جزیرۃ العرب	لمولانا رابع الندوی
(۵۱) اصح السیر	لعبدالرؤف دانا پوری